بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

نومبر ۱۹۶۰ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:۔ پانچ روپے ؛ فی پرچہ:۔ آٹھ آنے

فہرست مضامین

حرفِ آغاز	ایڈیٹر	۳
رسالہ "انصار اللہ" کا خیر مقدم	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی	۷
بیعت کنندگان کو نصائح	حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام	۹
محبت الٰہی (نظم)	" " "	۱۴
امام الزمانؑ کی نصیحت (نظم)	" " "	۱۶
حقیقتِ اسلام	" " "	۱۷
جذبۂ خدمتِ اسلام کی ایک جھلک	ادارہ	۲۱
انصار اللہ کے لئے ہدایات	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ	۲۴
اوامر و نواہی	محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب	۲۵
نصرتِ دین کا فریضہ ادا کرنیوالی تنظیم	مکرم محبوب عالم صاحب خالد	۲۹
کامیاب زندگی کا میرا تصور	مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ہیگ	۳۳
دینِ مصطفیٰ (نظم)	مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر	۳۶
جماعتِ احمدیہ کا مقصدِ عظیم	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل	۳۷
غلبۂ اسلام کے واضح آثار	ادارہ	۴۲
بچپن میں شوقِ عبادتِ الٰہی	صاحبزادہ میاں فرید احمد صاحب	۴۶
انصار اللہ کا علاقائی اجتماع	قیادت عمومی مجلس مرکزیہ	۴۷

طابع و ناشر :- محمد ابراہیم ⁂ مطبوعہ :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ⁂ مقامِ اشاعت :- دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱

یکم نومبر ۱۹۶۰ء

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا

حرفِ آغاز

عوام کی نگاہ سے ہو تو ہو اہلِ فکر اور اہلِ نظر کی نگاہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ دنیا بیسویں صدی کے نصف آخر میں ذہنی و فکری لحاظ سے ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہے اور اقوام و ملل کے افکار و خیالات اور میلانات و رجحانات میں ایک تغیرّ عظیم آ چکا ہے۔ بلند و پست، روا و ناروا، اور خوب و ناخوب سے متعلق زندگی کی اقدار کچھ تو سرے سے بدل چکی ہیں اور کچھ برابر بدلتی چلی آ رہی ہیں۔

زمانے کی اس نئی کروٹ کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ مغربی اقوام، جو پہلے اپنے قدیم تعصّبات کے باعث اسلام سے بے انتہاء متنفر تھیں اور اس کا نام سُننا بھی جنہیں گوارا نہ تھا، اب انہی اقوام کا سمجھدار طبقہ دن بدن اسلام کی طرف مائل ہوتا جا رہا ہے۔ ایک طرف تو جماعتِ احمدیّہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی کے نتیجے میں، جن کا حلقہ بلاشبہ زمین کے کناروں تک وسیع ہے، اسلام

کے خلاف پھیلی ہوئی بے بنیاد غلط فہمیاں خاصی حد تک دُور ہو چکی ہیں اور دوسری طرف مغرب کی لادینی تہذیب اور اس کے نتیجہ میں پروان چڑھنے والی سراسر مادہ پرستانہ ذہنیت نے اہلِ مغرب کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ سر دست پر منڈلانے والی اِس تباہی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تگ و دو میں دیگر مساعی کے ساتھ ساتھ وہ اِس بات پر مجبور ہو چکے ہیں کہ سراسر روحانی اور اخلاقی اقدار پر مبنی اسلام کے پیش کردہ نظامِ حیات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ یہ وہ خاموش انقلاب ہے جو مغرب میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اندر ہی اندر رفتہ رفتہ رونما ہو رہا ہے۔ اور جس کی جھلک وہاں کے اصحابِ علم و فکر کی کتابوں اور اُن کے سلسلہ ہائے مضامین میں نمایاں سے نمایاں تر ہوتی جا رہی ہے۔

اِس وقت صورت یہ ہے کہ مغربی اقوام روحانی اقدار پر مبنی ایک نئے نظامِ حیات کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہوئے اسلام کی طرف زیادہ سے زیادہ راغب تو ہو رہی ہیں لیکن اُن کی یہ رغبت ہنوز علم الیقین کی حد سے گزر کر عین الیقین اور حق الیقین کی حدود میں داخل نہیں ہوئی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے سامنے من حیث القوم اسلام کی پُر حکمت، بے مثل، اور لازوال تعلیم کا کوئی ایسا جاذب اور پُر اثر عملی نمونہ موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے ان پر یہ حقیقت پوری جامعیت کے ساتھ منکشف ہو سکے کہ فی الحقیقت یہ خوبصورت و خوش آئند تعلیم اِس دَور کے جدید تقاضوں کے پیشِ نظر قابلِ عمل بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی طرف غیر معمولی میلان پیدا ہو جانے کے باوجود ابھی تک وہ شکوک و شبہات اور بے یقینی و تذبذب کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کی طرف سے قبولِ حق کے سلسلہ میں وہ جرأت مندانہ اقدام ظہور میں نہیں آ رہا جو عین الیقین اور حق الیقین کا لازمی اقتضاء ہوا کرتا ہے۔

اِن حالات میں آج سب سے زیادہ ضرورت اِس بات کی ہے کہ اسلام کے پیش کردہ نظامِ حیات کا ایک ایسا مہتم بالشان عملی نمونہ پیش کیا جائے کہ جو مغرب میں بسنے والی حق کی متلاشی اور روحانیت کی پیاسی قوموں کو شکوک و شبہات اور بے یقینی و تذبذب کی دلدل سے نکال سکے۔ ظاہر ہے یہ نمونہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کی طرف سے ہی پیش ہونا چاہیئے یہ تو ہونے سے رہا کہ غیر مسلم اس کا عملی نمونہ پیش کرنے کی فکر کریں۔ پھر مسلمانوں میں سے بھی جماعتِ احمدیہ کے افراد کا بدرجۂ اولیٰ یہ فرض ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو اِس درجہ اسلام کے مطابق بنائیں کہ وہ نمایاں طور پر دُنیا کو اسلام کی جیتی جاگتی تصویر نظر آنے لگیں۔

یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ جماعت کا ایک ایک فرد خالصۃً لِلّٰہ اسلامی تعلیم کو اپنی زندگی میں اِس طرح نافذ کرے کہ اس کی ہر حرکت اور ہر سکون اسلام کا آئینہ دار بن جائے۔ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ آپ تاریکی و گمراہی کے اِس دَور میں اپنی قوتِ قدسی کی بدولت پاکباز اور متقی انسانوں کی ایک ایسی جماعت قائم کریں جو اپنے تعلق باللہ، محبتِ الٰہی، خشیت، تقویٰ اللہ، پاکیزگیٔ نفس، اور اخلاقِ فاضلہ کے نمایاں اوصاف کی وجہ سے دنیا کی ہدایت کے لئے روشن ستاروں کا کام دے سکیں۔ اِس میں کیا شک ہے کہ آپ نے اپنی قوتِ قدسیہ اور باطنی جذب و کشش کی بدولت اپنے ہر صحابی کو پتھر سے پارس بنا دیا، آن کی آن میں سنگریزے ہیروں کی طرح دمکنے لگے اور خاک کے پُتلے عالمِ بالا کی مخلوق بن کر تاریکی میں لپٹی ہوئی دُنیا پر نور برسانے لگے۔ یہ انہیں کندن کی طرح چمکنے والی ہستیوں کی مجاہدانہ کوششوں کا ثمرہ ہے کہ آسمانی بشارتوں کے عین مطابق سیّدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی قیادت اور رہنمائی میں اسلام کا پیغام زمین کے کناروں تک پہنچ رہا ہے، اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دُور ہو رہی ہیں، اور اسلام کی طرف میلان کی ایک نئی رَو چل پڑی ہے۔ اب اِسی پاکباز اور خدائی جماعت کی نئی نسلوں کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد ہیں یہ فرض ہے کہ وہ صحابہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہی للّٰہیت، وہی خشیت، وہی تقویٰ، وہی محبّت، وہی فدائیت، وہی نفس کی پاکیزگی، وہی اخلاقِ فاضلہ، اور ان سب کا نچوڑ وہی رُوحانیت اپنے اندر پیدا کریں جو صحابہ کا طرّۂ امتیاز تھی تا وہ نہ صرف خود اپنی زندگی کے مقصد میں کامیاب ہوں اور اُن کی عاقبت محمود ہو بلکہ روحانیت کی پیاسی اور حق کی متلاشی دنیا کو حق و صداقت سے بہرہ اندوز کرنے اور خود اپنی ہی طرح دوسروں کی بھی کایا پلٹنے کا موجب بنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسی اور جذب و کشش کے طفیل آپ کے صحابہ نے اسلامی تعلیم پر کما حقّہٗ عمل کرتے ہوئے نصرتِ دین اور راہِ خدا میں فدائیت کا جو نمونہ دکھایا تھا اُسی رُوح اور جذبے کو نئی نسلوں میں منتقل کرنے اور اسلام کو اُن کی زندگیوں میں نافذ کرتے ہوئے ان میں بھی حق پر نثار ہونے کا ولولہ پیدا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت میں اطفال الاحمدیہ، ناصرات الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، اور لجنہ اماء اللہ کی تنظیمیں قائم فرمائی ہیں۔ چنانچہ اسی غرض کے ماتحت اب ماہنامہ " **انصار اللہ** " جس کا پہلا شمارہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے جاری کیا گیا ہے یہ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان ہوگا۔ اِس میں انشاء اللہ، ہم التزام کے ساتھ امام الزمان سیدنا حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے رُوح پرور ملفوظات اور پُر معارف تحریرات (نظم و نثر، عربی، فارسی و اُردو) شائع کرنے کا اہتمام کریں گے کہ جو جذب و تاثیر کے شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں، جن کے بار بار کے مطالعہ سے دلوں کے زنگ دُھل کر سب کثافتیں دُور ہو جاتی ہیں اور قلوب و اذہان کی ایسی تطہیر ہوتی ہے کہ انسانوں کے سینے اور دماغ آسمانی نور سے منوّر ہو جاتے ہیں اور وہ دنیا میں زندگی بسر کرتے ہوئے عالمِ بالا کی مخلوق نظر آنے لگتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کے صحابہ کے حالات، ان کے قبولِ حق کے واقعات، قربانی و ایثار، اور فدائیت کے نمونے اور ان کی ایمان افروز روایات بھی التزام کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کی جائیں گی تا ہمیں احساس ہو کہ ہم کیسے عظیم الشان اسلاف کی اولاد ہیں، ہمارا اصلی ورثہ کیا ہے، اور اسے بحفاظت تمام نئی نسلوں کے اندر منتقل کرنے کے ضمن میں ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پھر تاریخ اسلام اور تاریخ احمدیت کے چیدہ چیدہ واقعات بھی قارئین کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے تا ایمان و یقین اور خدمتِ اسلام کے عزمِ صمیم کو ایک نئی پختگی اور نیا استحکام حاصل ہو۔ اسی طرح اہلِ علم اور اہلِ قلم اصحاب کے بلند پایہ علمی اور تربیتی مضامین سے ہر شمارے کو مزین کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ الغرض ہماری پوری کوشش ہو گی کہ ماہنامہ "انصار اللہ" کا ہر شمارہ **روحانی نعمتوں کا ایک خوانِ یغما** ثابت ہو۔

چنانچہ ہم **بسم اللہ مجرٖیھا و مُرسٰھا** کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دُعاؤں کے ساتھ اس کا آغاز کرتے ہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں اس مقصدِ عظیم میں اپنے فضل سے کامیاب کرے اور ہماری اس سعی کو قبول فرماتے ہوئے اسے نصرتِ دین کا ایک مؤثر ذریعہ بنا دے کیونکہ نصرتِ دین ہی ہم سب کی زندگی کا مقصدِ وحید اور نصب العین ہے۔

آمین یا ارحم الراحمین ÷

رسالہ "انصار اللہ" کا خیر مقدم

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک ماہوار رسالہ انصار اللہ کے نام سے جاری کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے جو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان ہوگا۔ مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں اس رسالہ کے پہلے نمبر کے لئے کوئی پیغام لکھ کر ارسال کروں۔ پہلے تو میں حیران ہوا کہ جب کہ میں خود بھی مجلس انصار اللہ کا ممبر ہوں تو میری طرف سے کسی پیغام کے کیا معنے ہیں لیکن پھر میں نے سوچا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لنفسك عليك حق "یعنی اے انسان تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے" تو میں نے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار پایا۔

جیسا کہ اکثر ناظرین کو معلوم ہے انصار اللہ کا لفظ خود قرآن مجید نے استعمال کیا ہے اور استعمال بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے تعلق میں کیا ہے اسلئے اس لفظ کو ہماری جماعت کے ساتھ خاص نسبت ہے کیونکہ ہماری جماعت کے مقدس بانی کو مثیل مسیح ہونے کا خصوصی دعویٰ تھا پس رسالہ انصار اللہ کے لئے میرا پیغام بھی انصار اللہ ہی کے لفظ میں مرکوز ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹروں کو چاہیئے کہ خود بھی انصار اللہ یعنی خدا کے مددگار بنیں اور رسالہ کے نامہ نگاروں کو بھی تلقین کریں کہ وہ اپنے تمام مضامین کو اسی مرکزی محور کے ارد گرد چکر دیں۔ اس وقت دنیا نے موجودہ زمانہ کی مادی تہذیب و تمدن کے اثر کے ماتحت خدا کو گویا اکیلا چھوڑا ہوا ہے۔ انصار اللہ کو چاہیئے کہ سب سے پہلے قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر کو گہری نظر سے دیکھ کر خدا کا منشا معلوم کریں کہ وہ اس زمانہ میں کیا چاہتا ہے یعنی وہ کن خرابیوں کو مٹانا چاہتا ہے اور کن خوبیوں کو قائم کرنا چاہتا ہے اور پھر اس مطالعہ کے بعد اپنی تمام قوتوں اور تمام ذرائع کے ساتھ خدا کی خدمت میں لگ جائیں۔ اس کے بغیر نہ تو مجلس انصار اللہ حقیقی معنی میں انصار اللہ کہلا سکتی ہے اور نہ یہ رسالہ صحیح طور پر خدا تعالےٰ کا ناصر و مددگار سمجھا جا سکتا ہے۔

رسالہ انصار اللہ کے مضامین اعلیٰ درجہ کے علمی اور تحقیقی ہونے چاہئیں اور اس رسالہ کو اپنے بلند معیار

سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ حقیقۃً مذہب اور سائنس میں کوئی ٹکراؤ اور تضاد نہیں کیونکہ وہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ سچا مذہب خدا کا قول ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا پر نازل ہوا اور پھر آپ کے خادم اور ظل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس نے اِس زمانہ میں نئی روشنی پائی۔ اور سچی سائنس خدا کا فعل ہے جو خدا کی پیدا کی ہوئی نیچر کے پردوں میں مستور رہ کر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اگر اِن دونوں میں کوئی ٹکراؤ سمجھا جاتا ہے تو وہ یقیناً نظر کا دھوکا ہے یعنی یا تو کسی معاملہ میں مذہب کو ٹھیک طرح نہیں سمجھا گیا اور یا سائنس کی کسی تحقیق میں تحقیق کرنے والوں کو ٹھوکر لگی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء اور آپ سے تربیت یافتہ اصحاب کے لٹریچر نے اِس نام نہاد تضاد کو بیشتر صورتوں میں صاف کر دیا ہے اور اگر کوئی ظاہری تضاد باقی ہے تو وہ بھی انشاء اللہ جلد صاف ہو جائے گا۔ رسالہ انصار اللہ کو اِس کام میں خاص حصہ لینا چاہیئے۔

یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے لئے بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے مقدر ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ خدا سے علم پا کر لکھا ہے کہ:-

"میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اِس چشمے سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاویگا۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ)

پس اے میرے عزیزو اور دوستو اور بزرگو یہی میرا پیغام ہے اور اسی مقصد و منتہاء کے لئے آپ سب کو کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین

خاکسار
مرزا بشیر احمد
حال لاہور
۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو

اور تمہاری پیشانیوں میں اثرِ سجود نظر آئے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی حکم کے ماتحت ۱۸۸۹ء میں سلسلہ بیعت کا آغاز فرمانے کے بعد اُن بابرکت ایام میں اپنے اصحاب کو اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی جو بیش بہا نصائح فرمائیں اور جو بالآخر حضورؑ کی قوتِ قدسیہ کی بدولت ان کی زندگیوں میں ایک عظیم الشان روحانی انقلاب رونما کرنے کا باعث بنیں وہ بلاشبہ جماعتِ احمدیہ کے افراد کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہی بیش قیمت نصائح کا ایک اہم حصہ ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ یہ اعادہ یاد دہانی کا کام دے سکے اور ہمیں احساس ہو کہ ہمارا مطمحِ نظر کیا ہے اور ہمیں کیا ہونا چاہیئے۔ (ادارہ)

"عزیزان بے خلوص و صدق نکشایند راہے را مصفا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا

اے میرے دوستو! جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر ایک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دیگا وہ خیال کریگا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ سو تم اس وقت سُن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے

تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدا تعالےٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو؟ اس کا اُس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سوائے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر ایک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہو گی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کو مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔

پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضاء اور تمہارے تمام قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں کیونکہ جو بات دل سے نکلے اور دل تک ہی محدود رہے وہ تمہیں کسی مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اس نے تمہارے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔ اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جُوا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالےٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے بلکہ تم اس لئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔ چاہیئے پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جاوے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسنِ حقیقی راضی ہو جاوے کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے طیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ ایک بچے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔

سچائی اختیار کرو، سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اس کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔ کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہیں نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں۔ تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔

عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بیباکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں ان کی طرف کان دھرو اور ان کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔

قرآن شریف انجیل کی طرح تمہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ نامحرم عورتوں کو یا ایسوں کو جو عورتوں کی طرح محلِ شہوت ہو سکتی ہیں شہوت کی نظر سے مت دیکھو بلکہ اس کی کامل تعلیم کا یہ منشا ہے کہ تو بغیر ضرورت نامحرم کی طرف نظر مت اٹھا نہ شہوت سے اور نہ بغیر شہوت۔ بلکہ چاہیئے کہ تو آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں ٹھوکر سے بچاوے تا تیری دلی پاکیزگی میں کچھ فرق نہ آوے۔ سو تم اپنے مولیٰ کے اس حکم کو خوب یاد رکھو اور آنکھوں کے زنا سے اپنے تئیں بچاؤ اور اس ذات کے غضب سے ڈرو جس کا غضب ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے کہ تو اپنے کان کو بھی نامحرم عورتوں کے ذکر سے بچا اور ایسا ہی ہر ایک ناجائز ذکر سے۔

مجھے اس وقت اس نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نہ کرو کیونکہ بجز نہایت شریر آدمی کے کون ناحق کے خون کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ناانصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف سے حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ اور سچی گواہی دو جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے اجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور یعنی بتوں کی پلیدی

سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بُت سے کم نہیں۔ جو چیز قبلۂ حق سے تمہارا منہ پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ میں بُت ہے۔ سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو۔ چاہیئے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔

باہم بُخل اور کینہ اور حسد اور بُغض اور بے مہری چھوڑ دو اور ایک ہو جاؤ۔ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبّت و اطاعت باری عزّ اسمہٗ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی اور ان حکموں کو اس نے تین درجہ پر منقسم کیا ہے جیسا کہ استعدادیں بھی تین ہی قسم کی ہیں اور وہ آیت کریمہ یہ ہے ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ پہلے طور پر آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے خالق کے ساتھ اس کی اطاعت میں عدل کا طریق مرعی رکھو ظالم نہ بنو۔ پس جیسا کہ درحقیقت بجز اس کے کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں، کوئی بھی محبت کے لائق نہیں، کوئی بھی توکّل کے لائق نہیں کیونکہ بوجہ خالقیت اور قیومیت و ربوبیت خاصہ کے ہر ایک حق اُسی کا ہے۔ اسی طرح تم بھی اس کے ساتھ کسی کو اس کی پرستش میں اور اس کی محبت میں اور اس کی ربوبیت میں شریک مت کرو۔ اگر تم نے اس قدر کر لیا تو یہ عدل ہے جس کی رعایت تم پر فرض تھی۔

پھر اگر اس پر ترقی کرنا چاہو تو احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اس کی عظمتوں کے ایسے قائل ہو جاؤ اور اس کے آگے اپنی پرستشوں میں ایسے متأدّب بن جاؤ اور اس کی محبت میں ایسے کھوئے جاؤ کہ گویا تم نے اس کی عظمت اور جلال اور اس کے حُسنِ لازوال کو دیکھ لیا ہے۔

بعد اس کے ایتاءِ ذی القربیٰ کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہاری پرستش اور تمہاری محبت اور تمہاری فرمانبرداری سے بالکل تکلّف اور تصنّع دُور ہو جائے اور تم اس کو ایسے جگری تعلق سے یاد کرو کہ جیسے مثلاً تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور تمہاری محبّت اس سے ایسی ہو جائے کہ جیسے مثلاً بچہ اپنی پیاری ماں سے محبّت رکھتا ہے اور دوسرے طور پر جو ہمدردی بنی نوع سے متعلق ہے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ اپنے بھائیوں اور بنی نوع سے عدل کرو اور اپنے حقوق سے زیادہ اُن سے کچھ تعرض نہ کرو اور انصاف پر قائم رہو۔

اور اگر اس درجہ سے ترقی کرنی چاہو تو اس سے آگے احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تُو اپنے بھائی کی بدی کے مقابل نیکی کرے اور اس کے آزار کے عوض میں تُو اس کو راحت پہنچاوے اور مروّت و احسان کے طور دستگیری کرے۔

پھر بعد اس کے ایتاءِ ذی القربیٰ کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تُو جس قدر اپنے بھائی سے نیکی کرے یا جس قدر بنی نوع کی خیرخواہی بجا لاوے اس سے کوئی اور کسی قسم کا احسان منظور نہ ہو بلکہ طبعی طور پر بغیر پیش نہاد کسی غرض کے وہ تجھ سے صادر ہو جیسی شدّتِ قرابت کے جوش سے ایک خویش دوسرے خویش کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ سو یہ

اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے کہ ہمدردیٔ خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان نہ ہو بلکہ اخوت و قرابتِ انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشو و نما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکر گذاری یا دعا یا اَور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔

عزیزو! اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب میں درج ہیں باستثناء اُس شخص کے کہ بعد اسکے خدا تعالےٰ اس کو ردّ کر دیوے خاص طور سے محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے وہ اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جَور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے یا وساوس و حرکاتِ مخالفت عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے اس کی پرواہ نہ کرو۔

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آئے اور خدا تعالےٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اٹھاؤ ولا تموتنّ الّا وانتم مسلمون ؕ۔"

(ازالہ اوہام ص۲۳۵ تا ص۲۳۹)

گوشِ دل سے سُنو!

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں :-

"پس مَیں پھر پکار کر کہتا ہوں۔ اور میرے دوست سُن رکھیں کہ وہ میری باتوں کو ضائع نہ کریں۔ اور ان کو صرف ایک قصّہ گو یا داستان کی کہانیوں ہی کا رنگ نہ دیں۔ بلکہ مَیں نے یہ ساری باتیں نہایت دلسوزی اور سچّی ہمدردی سے جو فطرتاً میری رُوح میں ہے، کی ہیں۔ انکو گوشِ دل سے سُنو اور ان پر عمل کرو۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۱۴۲)

محبتِ الٰہی

(کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

سخن نزدم مراں از شہریارے　　کہ ہستم بر درے امّیدوارے

میرے سامنے کسی بادشاہ کا ذکر نہ کر　　کیونکہ میں تو ایک دروازہ پر امیدوار پڑا ہوں

خداوندیکہ جاں بخشِ جہاں است　　بدیع و خالق و پروردگارے

وہ خدا جو دنیا کو زندگی بخشنے والا ہے　　اور بدیع اور خالق اور پروردگار ہے

کریم و قادر و مشکل کشائے　　رحیم و محسن و حاجت برارے

کریم ہے اور قادر ہے اور مشکل کشا ہے　　رحیم ہے اور محسن ہے اور حاجت برار ہے

فتادم بر درش زیر آنکہ گویند　　برآید در جہاں کارے زکارے

میں اس کے دروازے پر پڑا ہوں کیونکہ مثل مشہور ہے　　کہ دنیا میں ایک کام سے ہی دوسرا کام بنتا ہے

چو آں یارِ وفادار آیدم یاد　　فراموشم شود ہر خویش و یارے

جب وہ یارِ وفادار مجھے یاد آتا ہے　　تو ہر رشتہ دار اور دوست مجھے بھول جاتا ہے

بغیرِ او چساں بندم دلِ خویش　　کہ بے رویش نمے آید قرارے

میں اسے چھوڑ کر کسی اور سے کس طرح دل لگاؤں　　کہ بغیر اس کے مجھے چین نہیں آتا

دلم در سینۂ ریشم مجوئید　　کہ بستیمش بدامانِ نگارے

میرے دل کو میرے زخمی سینے میں نہ ڈھونڈو　　کہ ہم نے اسے ایک معشوق کے دامن سے باندھ دیا ہے

دلِ من دلبرے را تخت گاہے سرِ من در رہِ یارے نثارے

میرا دل دلبر کا تخت گاہ ہے اور میرا سر یار کی راہ میں قربان ہے

چہ گویم فضلِ او بر من چگون است کہ فضلِ اوست ناپیدا کنارے

میں کیا بتاؤں کہ مجھ پر اس کا فضل کس طرح کا ہے کیونکہ اس کا فضل تو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے

عنایتہائے او را چوں شمارم کہ لطفِ اوست برُوں از شمارے

میں اس کی مہربانیوں کو کیونکر گنوں کہ اس کی مہربانیاں تو حدِ شمار سے زیادہ ہیں

مرا کاریست باآں دلستانے ندارد کس خبر زاں کاروبارے

مجھے اس دلبر سے ایسا تعلق ہے کہ کسی کو بھی اس معاملہ کی خبر نہیں

بنالم بر درش زاں ساں کہ نالد بوقتِ وضعِ حملے باردارے

میں اس کے دروازے پر اس طرح گریہ زاری کرتا ہوں جس طرح پیدائش کے وقت حاملہ عورت چیخ و پکار کرتی ہے

مرا باعشقِ او وقتے است معمور چہ خوش وقتے چہ خرّم روزگارے

میرا وقت اسی کے عشق سے بھرپور ہے میری زندگی کے یہ لمحات اور میری عمر کا یہ زمانہ کتنا پُرمسرت ہے

ثنا ہا گویمت اے گلشنِ یار!

اے یار کے گلزار تیرے کیا کہنے

کہ فارغ کردی از باغ و بہارے

تُو نے تو مجھے دُنیا کے باغ و بہار سے بے پرواہ کر دیا

(از ضمیمہ [illegible] مطبوعہ ۱۸۹۶ء)

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نَصِیحَۃُ اِمَامِ الزَّمَانِ

(امام الزمانؑ کی ایک نصیحت)

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا آجَالَکُمْ　　اِنَّ الْمَنَایَا لَا تَرُدُّ وَتَھْجُمُ

اے لوگو! اپنا وقتِ موت یاد رکھو　　اور موت جب آتی ہے تو روکی نہیں جاتی اور ایک دفعہ آتی ہے

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا خَلَّاقَکُمْ　　تُوْبُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ رَبٌّ اَرْحَمُ

اے لوگو! اپنے پیدا کرنے والے کی پرستش کرو　　توبہ کرو اور خدا ارحم الراحمین ہے

اِنِّیْ اَرَی الدُّنْیَا تَمُرُّ بِسَاعَۃٍ　　غَیْمٌ قَلِیْلُ الْمَاءِ لَا یَتَلَوَّمُ

مَیں دُنیا کو دیکھتا ہوں کہ جلد گزر جاتی ہے　　یہ ایک ایسا بادل ہے جس میں پانی تھوڑا ہے اور زیادہ توقف نہیں کرتا

فَلِھٰذِہٖ لَا تُسْخِطُوْا مَعْبُوْدَکُمْ　　تُوْبُوْا وَطُوْبٰی لِلَّذِیْ یَتَنَدَّمُ

بس اس دنیا کے لئے اپنے معبود کو ناراض مت کرو　　توبہ کرو اور مبارک وہ جو متندم ہوتا ہے

تُوْبُوْا وَاِنَّ الْعُذْرَ لَغْوٌ بَعْدَ مَا　　کُشِفَتْ سَرَائِرُکُمْ وَاُخِذَ الْمُجْرِمُ

توبہ کرو اور اُس وقت توبہ کرنا بے فائدہ ہے　　جبکہ تمہارے بھید کھولے گئے اور مجرم پکڑا گیا

اِنَّا صَرَفْنَا فِی النَّصِیْحَۃِ رَحْمَۃً　　مَا حَمَّلَ حُسْنُ بَیَانِنَا وَتَکَلُّمُ

ہم نے از روئے رحمت وہ سب نصیحت دینے میں خرچ کر دیا ہے　　جو کچھ کہ ہمارا حق بیان برداشت کر سکا

وَاللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ بُعِثْتُ لِخَیْرِکُمْ　　وَاللّٰہِ اِنِّیْ مُلْھَمٌ وَمُکَلَّمُ

بخدا مَیں تمہاری بھلائی کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں　　اور بخدا مَیں ملہم اور مکلّم ہوں

(حجۃ اللہ ۔ ۲۶ر مئی ۱۸۹۷ء صفحہ ۵)

علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ

حقیقتِ اسلام اور اس کے حصول کے وسائل

ذات و صفاتِ باری کی حقیقی معرفت اور محبتِ الٰہی میں کمال درجہ استغراق

سلطان القلم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا میں مبعوث ہو کر علوم و معارف کے جو بیش بہا خزانے لٹائے اور دنیا کو روحانی نعمتوں کے جس خوانِ یغما سے بہرہ اندوز فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ان علوم و معارف کا مطالعہ ایمان کو ایک نئی تازگی اور قلوب و اذہان کو ایک نئی جلا بخشتا ہے اور انسان کی روح ایک اور ہی عالم کی رفعتوں میں پرواز کرنے لگتی ہے۔ ذیل کا پُر معارف اقتباس علوم و معارف کے انہی بیش بہا خزائن میں مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں حضورؑ نے حقیقتِ اسلام پر مؤثر انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے اس کے حصول کے وسائل کو واضح فرمایا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں :-

---

"اگرچہ قرآنِ کریم نے حقیقتِ اسلامیہ کی تحصیل کے لئے بہت سے وسائل بیان فرمائے ہیں مگر درحقیقت ان سب کا مآل دو قسم پر ہی جا ٹھہرتا ہے :-

اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی مالکیتِ تامہ اور اس کی قدرتِ تامہ اور اس کی حکومتِ تامہ اور اس کے علمِ تام اور اس کے حسابِ تام اور نیز اس کے واحد لاشریک اور حیّ قیوم اور حاضر ناظر ذوالاقتدار اور ازلی ابدی ہونے میں اور اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں اور جمیع جلالی اور کمال کے ساتھ یگانہ ہونے میں پورا پورا یقین آ جائے یہاں تک کہ ہر ایک ذرّہ اپنے وجود اور اس تمام عالم کے وجود کا اس کے تصرّف اور حکم میں دکھائی دے اور ھو القاھر فوق عبادہٖ کی تصویر سامنے نظر آ جائے اور نقش راسخ بیدہٖ ملکوت السمٰوٰت والارض کا جلی قلم کے ساتھ دل میں لکھا جائے۔ یہاں تک کہ اس کی عظمت اور ہیبت اور کبریائی تمام نفسانی جذبات کو اپنی قہری شعاعوں سے مضمحل اور خیرہ کر کے ان کی جگہ لے لے اور ایک دائمی رعب اپنا دل پر جما دیوے اور اپنے قہری حملہ سے نفسانی سلطنت کے تخت کو خاکِ مذلت میں پھینک دیوے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیوے اور اپنے خوفناک کرشموں سے

غفلت کی دیواروں کو گرا دے اور تکبر کے میناروں کو توڑ دے اور ظلمتِ بشری کی حکومتیں وجودِ انسانی کی دارالسلطنت سے بکلّی اٹھا دیوے اور جو جذباتِ نفسِ امّارہ کی طبیعتِ انسانی پہ حکومت کرتے تھے اور باعزت سمجھے گئے تھے ان کو ذلیل اور خوار اور ہیچ اور بے مقدار کر کے دکھلا دیوے۔

دوم یہ کہ اللہ جلّشانہٗ کے حسن و احسان پر اطلاع وافر پیدا کرے کیونکہ کامل درجہ کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے اور اللہ جلّشانہٗ کا حسن اُس کی ذات اور صفات کی خوبیاں ہیں اور خوبیاں یہ ہیں کہ وہ خیر محض ہے اور مبدا ہے جمیع فیضوں اور مصدر ہے تمام خیرات کا اور جامع ہے تمام کمالات کا اور مرجع ہے ہر ایک امر کا اور موجد ہے تمام وجودوں کا اور علّت العلل ہے ہر یک مؤثر کا جس کی تاثیر یا عدم تاثیر ہر یک وقت اس کے قبضہ میں ہے اور واحد لا شریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور اقوال میں اور افعال میں اور اپنے تمام کمالوں میں اور ازلی اور ابدی ہے اپنے جمیع صفاتِ کاملہ کے ساتھ۔ بڑا ہی نیک اور بڑا ہی رحیم باوجود قدرت کاملہ سزا دہی کے ہزاروں برسوں کی خطائیں ایک دم کے رجوع میں بخشنے والا بڑا ہے حلیم اور بُردبار اور پردہ پوش کروڑہا نفرت کے کاموں اور مکروہ گناہوں کو دیکھنے والا اور پھر جلد نہ پکڑنے والا اگر اس کا روحانی جمال تمثل کے طور پر ظاہر ہو تو ہر یک دل پروانہ کی طرح اس پر گرے پر اُس نے اپنا جمال غیروں سے چھپایا اور انہیں پر ظاہر کیا جو صدق سے اس کو ڈھونڈتے ہیں۔ اس نے ہر یک خوبصورت چیز پہ اپنے حسن کا پرتوہ ڈالا۔ اگر آفتاب ہے یا ماہتاب یا وہ ستارے جو چمکتے ہوئے نہایت پیارے معلوم ہوتے ہیں یا خوبصورت انسانوں کے مُنہ جو دلکش اور ملیح دکھائی دیتے ہیں یا وہ تازہ اور تر بتر اور خوشنما پھول جو اپنے رنگ اور بُو اور آب و تاب سے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں یہ سب درحقیقت ظلّی طور پر اُس حسنِ لازوال سے ایک ذرہ کے موافق حصہ لیتے ہیں۔ وہ حسن ظن اور وہم اور خیال نہیں بلکہ یقینی اور قطعی اور روشن ہے جس کے تصور سے تمام نظریں خیرہ ہوتی ہیں اور پاک دل اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اور اس محبوب حقیقی کے احسانات جو انسان پر ہیں وہ دفتروں میں سما نہیں سکتے کیونکہ اس کی نعمتیں بیشمار ہیں گناہ پر گناہ دیکھتا ہے اور احسان پر احسان کرتا ہے اور خطا پر خطا پاتا ہے اور نعمت پر نعمت دیتا ہے۔ درحقیقت نہ زید ہم سے کچھ بھلائی کر سکتا ہے اور نہ بکر، نہ آفتاب اپنی روشنی سے ہم کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ ماہتاب اپنے نور سے ہم کو کوئی نفع دے سکتا ہے، نہ ستارے ہمارے کام آسکتے ہیں نہ ان کی تاثیر کچھ چیز ہے، ایسا ہی نہ دوست کام آسکتا ہے نہ فرزند، غرض کوئی چیز بھی ہمیں آرام نہیں پہنچا سکتی جب تک وہ ارادہ نہ فرماوے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ہزارہا اور بیشمار طریقوں سے جو ہماری حاجات پوری ہوتی ہیں وہ حقیقت یہ فضل اسی منعم حقیقی کی طرف سے ہے، پس اس کے انعامات کو کون گن سکتا ہے۔ اگر ہم انصاف سے بولیں تو ہمیں یہ شہادت دینی پڑے گی کہ کسی نے ہم سے ایسا پیار نہیں کیا جیسا کہ اُس نے۔

یہ دونوں قسم کے وسائل جن پر حقیقتِ اسلامیہ کا حاصل ہونا موقوف ہے۔ قرآن کریم میں ان دونوں وسیلوں کی طرف اِس آیت میں اشارہ فرمایا گیا، انّما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء (الجزو نمبر ۲۲ سورۃ الفاطر) یعنے اللہ جلشانہ، سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حسن اور جمال پر علم کامل رکھتے ہیں خشیت اور اسلام درحقیقت اپنے مفہوم کے رُو سے ایک ہی چیز ہے کیونکہ کمال خشیت کا مفہوم اسلام کے مفہوم کو مستلزم ہے۔ پس اِس آیت کریمہ کے معنوں کا مآل اور ماحصل یہی ہوا کہ اسلام کے حصول کا وسیلہ کاملہ یہی علم عظمتِ ذات وصفاتِ باری ہے جس کی ہم تفصیل لکھ چکے ہیں اور اسی کی طرف درحقیقت اشارہ اِس آیت میں بھی ہے یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً یعنے جس کو خدا تعالےٰ چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔ حکمت سے مراد علم عظمتِ ذات وصفاتِ باری ہے اور خیر کثیر سے مراد اسلام ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ جلشانہ، قرآن کریم میں فرماتا ہے ھو خیرٌ مّما یجمعون۔ پھر ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ قل ربّ زدنی علماً یعنے اے میرے رب تو مجھے اپنی عظمت اور معرفت شیون اور صفات کا علم کامل بخش اور پھر دوسری جگہ فرمایا وبذٰلک امرت وانا اوّل المسلمین۔ اِن دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوّل المسلمین ٹھہرے تو اس کا یہی باعث ہوا کہ اَوروں کی نسبت علومِ معرفتِ الٰہی میں اَعلم ہیں یعنے علم ان کا معارفِ الٰہیہ کے بارے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے اُن کا اسلام بھی سب سے اعلیٰ ہے اور وہ اوّل المسلمین ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس زیادتِ علم کی طرف اس دوسری آیت میں بھی اشارہ ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ، فرماتا ہے وعلّمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ علیک عظیماً الجزو ۵ یعنے خدا تعالےٰ نے تجھ کو وہ علوم عطا کئے جو تُو خود بخود نہیں جان سکتا تھا اور فضلِ الٰہی سے فیضانِ الٰہی سب سے زیادہ تیرے پر ہوا یعنے تُو معارفِ الٰہیہ اور اسرار اور علومِ ربّانی میں سب سے بڑھ گیا اور خدا تعالےٰ نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب سے زیادہ تجھے معطر کیا۔ غرض علم اور معرفت کو خدا تعالےٰ نے حقیقتِ اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اگرچہ حصولِ حقیقتِ اسلام کے وسائل اور بھی ہیں جیسے صوم وصلوٰۃ اور دُعا اور تمام احکام الٰہی جو چھ سَو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن علم عظمت ووحدانیتِ ذات اور معرفتِ شیون وصفات جلالی وجمالی حضرت باری عزّ اسمہ وسیلۃ الوسائل اور سب کا موقوف علیہ ہے کیونکہ جو شخص غافل دل اور معرفتِ الٰہی سے بکلی بے نصیب ہے وہ کب توفیق پا سکتا ہے کہ صوم اور صلوٰۃ بجا لاوے یا دُعا کرے یا اَور خیرات کی طرف مشغول ہو۔ ان سب اعمالِ صالح کا محرک تو معرفت ہی ہے اور یہ تمام دوسرے وسائل دراصل اسی کے پیدا کردہ اور اسی کے بنین وبنات ہیں اور ابتداء اِس معرفت کی پرتوہ اسم رحمانیت سے ہے نہ کسی عمل سے، نہ کسی دُعا سے بلکہ بلا علت فیضان سے صرف ایک

موہبت ہے یھدی من یشاء و یضلّ من یشاء۔ مگر پھر یہ معرفت اعمالِ صالحہ اور حسنِ ایمان کے شمول سے زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخر الہام اور کلامِ الٰہی کے رنگ میں نزول پکڑ کر تمام صحن سینہ کو اُس نور سے منوّر کر دیتی ہے جس کا نام اسلام ہے اور اس معرفتِ تامہ کے درجہ پر پہنچ کر اسلام صرف لفظی اسلام نہیں رہتا بلکہ وہ تمام حقیقت اس کی جو ہم بیان کر چکے ہیں حاصل ہو جاتی ہے اور انسانی روح نہایت انکسار سے حضرتِ احدیت میں اپنا سر رکھ دیتی ہے۔ تب دونوں طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ جو میرا سو تیرا ہے، یعنے بندہ کی روح بھی بولتی ہے اور اقرار کرتی ہے کہ یا الٰہی جو میرا ہے سو تیرا ہے، اور خدا تعالیٰ بھی بولتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ اے میرے بندے جو کچھ زمین و آسمان وغیرہ میرے ساتھ ہے وہ سب تیرے ساتھ ہے +

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۸۸ تا صفحہ ۱۸۹)

حُکّامِ وقت کی اطاعت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”حُکّام کی اطاعت اور وفاداری ہر مسلمان کا فرض ہے وہ ہماری حفاظت کرتے ہیں اور ہر قسم کی مذہبی آزادی ہمیں دے رکھی ہے۔ مَیں اس کو بڑی بے ایمانی سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کی اطاعت اور وفاداری سچّے دل سے نہ کی جائے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۵۹)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبۂ خدمتِ اسلام کی ایک جھلک

ایک مخلص اور فدائی خادم کی عرضداشت پر حضور کے تحریر فرمودہ نوٹ کا عکس

ستمبر ۱۹۰۷ء میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقفِ زندگی کی پہلی تحریک فرمائی تو آپ کے صحابہ نے جس والہانہ انداز میں حضورؑ کی اس الٰہی تحریک پر لبیک کہا اسے تاریخِ احمدیت کے ایک زرین باب کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ وہ مقدس ترین لمحہ تھا کہ جب مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے اُس نظام کی تخم ریزی ہوئی جس نے آگے چل کر خلافتِ ثانیہ کے دور میں ایک نہایت درجہ مربوط و منظم اور نمایاں طور پر معین صورت اختیار کی اور عملاً تبلیغِ اسلام کا سلسلہ زمین کے کناروں تک وسیع ہوا اور جس کے خوشکن اثرات آج ساری دنیا مشاہدہ کر رہی ہے۔

اُن خوش نصیب صحابہ میں سے جنہیں اس تاریخی موقع پر مسیح پاک علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہنے اور خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کی سعادت ملی ایک حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب مدظلہ بھی تھے۔ آپ نے اُس وقت جو عریضہ حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں تحریر کیا اور حضورؑ نے اُس پر اپنے دستِ مبارک سے جو نوٹ رقم فرمایا وہ محترم قاضی صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ آپ کا یہ خط اور حضور علیہ السلام کے رقم فرمودہ نوٹ کا عکس ہم ذیل میں شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں تا آنے والی نسلوں پہ خدمتِ اسلام کے لئے وقفِ زندگی کی اہمیت واضح ہو اور وہ اس کی قدر و قیمت کو پہچانتے ہوئے اس الٰہی تحریک میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کریں اور اس طرح صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قربانی و ایثار اور خدمت و فدائیت کی وہی مثال قائم کر دکھائیں جو انصارِ مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وقت میں قائم کر کے السابقون الاوّلون میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت امامنا و مہدینا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عرضداشت آنکہ ـــــ بندہ کو حضور کے خادم میرے والد صاحب مرحوم قاضی ضیاء الدین

صاحب حضور کے قدموں اور سایہ میں لاکر ہمیشہ بلکہ مرتے دم تک یہ ارادہ اور خواہش ظاہر کرتے تھے کہ میری اولاد اس امام برحق کی سچی تابعدار بنے اور سلسلہ حقہ کی خدمت سے حصہ لے۔ اب چونکہ سلسلہ حقہ کی خدمت کا موقع نکلا ہے لہذا بندہ اِس مبارک خدمت کے لئے اپنے آپ کو بخوشی پیش کرتا ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ اِس امر میں ہر ایک تکلیف و مشقت کو برداشت کرے گا۔

بندہ آج کل اسی مدرسہ میں مدرس ہے۔ انگریزی کا انٹرنس اور ٹریننگ کالج سے امتحان مدرسی پاس کیا ہوا ہے۔ میری عمر اب ۲۱ سال کی ہے جس میں سے متواتر چھ سات سال سے حضور کی خدمت میں پرورش پانے کا فخر حاصل ہے۔ حضور کے دعاوی سے بھی خدا کے فضل سے واقفیت ہے اور مکرمی مولانا صاحب کی برکت سے قرآن شریف و عربی سے کچھ واقفیت ہے اگرچہ میں عملی اور علمی رنگ میں اپنے آپ کو کمزور پاتا ہوں مگر امید کرتا ہوں کہ حضور کی دعا سے ہر طرح کی کمزوری رفع ہوجائے گی۔ اب بندہ حضور کے ارشاد کا منتظر ہے اور دعا کا خواستگار ہے کہ اللہ تعالےٰ بندہ کو اِس ارادے میں استقلال و استقامت بخشے اور جیسا کہ حضور کی منشا ہے ویسا ہی حضور کا سچا خادم بنا دے۔ آمین

والسلام

حضور کی جوتیوں کا غلام

خاکسار

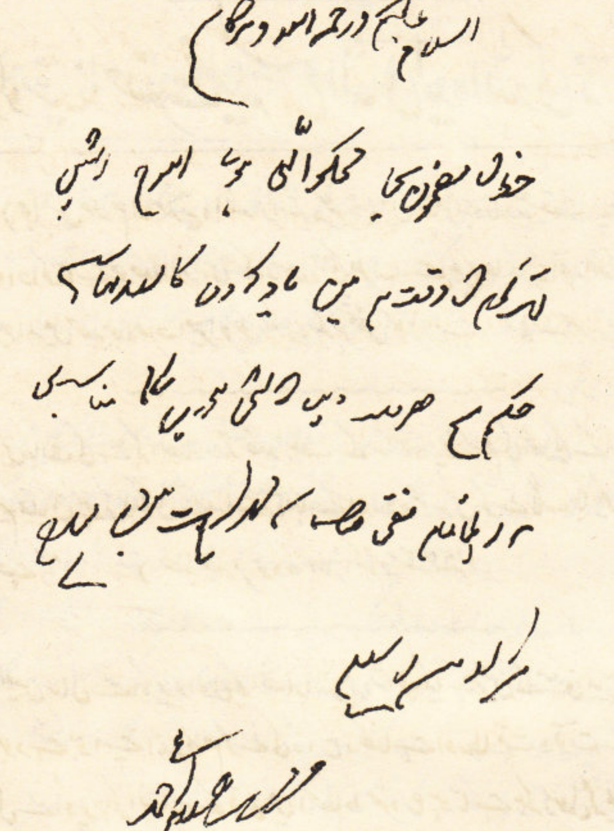
قاضی عبداللہ عفی عنہ

مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان

یوم الجمعۃ المبارک ۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۷ء

(حضور علیہ السّلام کے رقم فرمودہ نوٹ کا عکس اگلے صفحہ (۲۳) پر ملاحظہ ہو)

حضور علیہ السلام کے رقم فرمودہ نوٹ کا عکس


السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
خط کے مضمون سے مجھ کو آگاہی ہوئی۔ امید ہے انہیں
انتظام کے وقت میں یاد کرونگا اور مناسب
جگہ پر خدمت دین کے لئے بھیجوں گا مناسب
ہے اپنا نام مفتی صاحب کی فہرست میں درج کرا
دیں
والسلام
مرزا غلام احمد

حضورؑ کے نوٹ کی عبارت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط کے مضمون سے مجھ کو آگاہی ہوئی۔ امید ہے انہیں انتظام کے وقت میں یاد کرونگا اور مناسب جگہ پر خدمت دین کے لئے بھیجوں گا۔ مناسب ہے یہ اپنا نام مفتی صاحب کی فہرست میں درج کرادیں۔ والسلام

مرزا غلام احمد

راہِ ھُدیٰ

انصار اللہ کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی زرّین نصائح

"اِن مجالس (مجالس خدام الاحمدیہ و انصار اللہ وغیرہ) میں شامل ہونا درحقیقت اپنے ایمان کی حفاظت کرنا اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ہم پر عائد ہیں اور خدا اور رسولؐ نے جو احکام دیئے ہیں اُن کے نفاذ اور اجراء میں حصہ لینا صرف میرا فرض نہیں بلکہ ہر شخص کا فرض ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء)

"ضرورت اِس بات کی ہے کہ انصار اللہ خصوصیت کے ساتھ اپنے کام کی عمدگی کے ساتھ نگرانی کریں تاکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کا کام نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آجائے اور وہ محسوس کرنے لگ جائیں کہ یہ ایک زندہ اور کام کرنے والی جماعت ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

"مَیں نے چالیس سال سے اُوپر والوں کو انصار اللہ میں شامل کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک بڑا طبقہ ایسے لوگوں کا ان کے پاس موجود ہے جو اپنے اندر کام کرنے کی رُوح رکھتا ہے اور طاقت و قوت کے لحاظ سے بھی وہ نوجوانوں سے کم نہیں۔ ساٹھ سال سے اُوپر جاکر انسان کے قویٰ میں انحطاط شروع ہوتا ہے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ۶۳ سال سے اُوپر کی عمر والوں کے متعلق ہی یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اب اِن عمر والوں کا بیٹھنے کا زمانہ ہے کام کرنے کا نہیں۔ اس سے پیچھے پیچھے ہر شخص سوائے کسی معذور یا بیمار کے اپنے اندر کام کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ پس جو عمر اُن کے لئے رکھی گئی ہے اس کے لحاظ سے ایک بہت بڑا حصہ جوانی ہمّت لوگوں کا ان کے اندر پایا جاتا ہے اور وہ اگر چاہیں تو اچھی طرح کام کرسکتے ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

"اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ سلسلہ اچھے نام کے ساتھ اور حقیقی معنوں میں قائم رہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی آیندہ نسل کو متقی اور محنتی بنائیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ مئی ۱۹۴۵ء)

اوامر و نواہی

"زبان"

(محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سے اعضاء دیئے ہیں۔ آنکھ دی ہے جس سے ہم رنگوں اور شکلوں کو دیکھتے ہیں۔ کان دیئے ہیں جن سے ہم صوتی لہروں کو سنتے ہیں۔ ناک دی ہے جس سے ہم خوشبو اور بدبو سونگھتے اور حظ اٹھاتے یا تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ ہاتھ دیئے ہیں جن سے ہم پکڑنے کا کام لیتے ہیں۔ اور زبان دی ہے جس سے ہم چکھتے اور بولتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

ان سب اعضاء میں زبان کو ایک خاص اور بڑا اہم مقام حاصل ہے۔ اس لئے کہ ہم اس سے صرف چکھتے ہی نہیں بلکہ بولتے اور بیان بھی کرتے ہیں۔ آنکھیں صوتی لہروں کو سن نہیں سکتیں۔ کان خوشبو اور بدبو میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ یہی حال دوسرے اعضاء کا ہے جن کا عمل ایک محدود دائرہ میں بند ہے۔ زبان کا حال اس سے مختلف ہے ہمارا ہر وہ عضو جو اپنے محسوسات کو ہمارے دماغ تک پہنچاتا ہے اور خود ہمارا دماغ جو ان محسوسات کو سمجھتا ان پر غور و فکر کرتا اور ان سے نتائج اخذ کرتا ہے، وہ ان نتائج کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے زبان یا بیان کا محتاج ہے۔ اور قوّتِ بیان ہی ہے جو انسان کو چرند پرند اور دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمٰن)

آؤ اب دیکھیں کہ ہمارے ہادی و مطاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی استواری اور صحیح استعمال کے لئے ہمیں کیا ہدایات فرمائی ہیں، ہم پر اس بارہ میں کونسی پابندیاں عائد کی ہیں اور اس کے صحیح استعمال کے لئے کون سے راستے آپؐ نے ہم پر کھولے ہیں۔

اس تعلق میں مَیں پہلے 'نواہی' کو لوں گا اور پھر اوامر کو۔ مَیں پہلے بڑے ہی اختصار کے ساتھ ان اوامر و نواہی کا ذکر کروں گا اور پھر اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کو لیکر نسبتاً تفصیلی نوٹ آپ دوستوں کے سامنے پیش کرونگا۔ انشاء اللہ و باللہ التوفیق۔

اس وقت اس سلسلہ میں مَیں مندرجہ ذیل بیس۲۰ نواہی آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جن کے ماخذ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلعم ہیں مگر ان کے حوالجات مَیں انشاء اللہ اپنے تفصیلی نوٹ میں پیش کروں گا۔

۱- **جھوٹ مت بولو**- یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ بہت سی بدیوں اور بد اعمالیوں کا یہ منبع ہے، اور نفاق کی ایک بڑی علامت۔

۲- **جھوٹے وعدے نہ کرو**- غلط امیدیں دلا کر اپنے کام نکالنا تمہاری شان سے بعید ہے۔ "اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" تمہارا طرۂ امتیاز اور عِدَةُ الْمُؤْمِنِ كَاَخْذِ الْكَفِّ" تمہارا مقام ہے۔
(نوٹ) جھوٹ کا تعلق ماضی کے واقعات سے ہوتا ہے اور جھوٹے وعدے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا ہر دو نواہی سے اسلام نے ماضی اور مستقبل سے تعلق رکھنے والے ہر دو قسم کے جھوٹ کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔

۳- **غیبت کی باتیں نہ کرو**- تمہاری فطرتِ صحیحہ اسے پسند نہیں کرتی کہ کسی شخص کی پیٹھ پیچھے اس کے متعلق ایسی باتیں کرو خواہ سچی ہی کیوں نہ ہوں جنہیں وہ پسند نہیں کرتا۔

۴- **تہمت کے بول نہ بولو**- کہ جھوٹ اور افترا کا یہ مجموعہ ایک نہایت ہی گھناؤنا عیب ہے۔

۵- **چغلی نہ کھاؤ**- اِدھر کی اُدھر لگانے سے تمہیں تو کچھ حاصل نہ ہوگا مگر اس سے اسلامی اخوت کی جڑیں ضرور کھوکھلی ہو جائیں گی۔

۶- **دو رُخی باتیں نہ کرو**- کہ یہ تمہاری بزدلی کا ایک بھیانک مظاہرہ ہوگا اور فتنے کے کئی دروازے اس سے کھلیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ بھی جو دو رُخے ہیں یعنی اس کے پاس جا کے ایک بات اور دوسرے کے پاس (اس کو خوش کرنے کے لئے) دوسری بات کہنے والے قیامت کے دن خدا کے شریر ترین بندوں میں شمار ہوں گے۔

۷- **خوشامدانہ باتیں نہ کرو**- کہ:-
(ا) خوشامد مبالغہ اور افراط کی طرف لے جاتی ہے۔ اور مبالغہ اور افراط جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے۔
(ب) خوشامد سے ظاہر و باطن ایک نہیں رہتا۔ دل میں کچھ ہوتا ہے زبان پر کچھ اور۔
(ج) خوشامد سے تم اپنے ممدوح میں خوشامد پسندی اور اخلاقی گراوٹ پیدا کرنے کا موجب بنتے ہو۔

۸- **لایعنی باتیں نہ کرو**- بے تعلق باتوں میں اُلجھ کر وقت کو ضائع اور نیکیوں کو برباد نہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لایعنی باتوں کو چھوڑنا مردِ مومن کے اسلام کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

۹- **فضول باتوں سے پرہیز کرو**- اتنی ہی بات کرو جتنی کی ضرورت ہے۔ ایک بول سے مقصد حاصل ہوتا ہو تو دو بول نہ بولو۔ ارشادِ نبوی ہے کہ بڑا ہی مبارک ہے وہ جس نے قوتِ گویائی کی بہتات کو (ذکر الٰہی کے لئے) محفوظ رکھا مگر اپنے مال کی کثرت میں سے خدا کی راہ میں (بے دھڑک) خرچ کیا۔

۱۰۔ **گناہ کی باتیں نہ کرو**۔ کہ گناہ اور بدی کی باتوں، ایکٹرسوں کی خوبصورتی کے فسانوں، شراب خوری کی مجالس کے قصوں اور فسق و فجور کی کہانیوں سے بدی سے نفرت کا فطری میلان کم ہو جاتا اور حجاب اُٹھ جاتا ہے۔ بدی کی باتیں بدی کی راہیں کھولتی ہیں۔

۱۱۔ **خود رائی اور خود نمائی کے لئے دوسروں پر نکتہ چینی نہ کرو**۔ تعلّی و تنقیص کا خمیر صرف سڑاند ہی پیدا کرتا ہے۔ دوسروں کے حقیقی نقائص بھی ہماری بڑائی کی دلیل نہیں بن سکتے۔

۱۲۔ **جھگڑالو نہ بنو**۔ بات بات پر جھگڑا کرنا بھی کوئی بات ہے؟ اونچی آواز سے بولنا، غصہ سے باتیں کرنا اور لمبی لمبی تقریریں ناحق کو حق نہیں بنا سکتیں۔

۱۳۔ **تصنّع اور بناوٹ سے باتیں نہ کرو**۔ اسلام دینِ فطرت اور ایک سیدھا سادہ مذہب ہے اور سیدھی سادی، با موقع اور برمحل باتوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ انتخابِ الفاظ میں تکلّف، بیان میں تصنّع اور بناوٹ اُسے پسند نہیں۔

۱۴۔ **فحش کلامی، بدزبانی اور گالی گلوچ سے پرہیز کرو**۔ کہ یہ خبث اور کمینگی کی علامتیں ہیں۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدزبانی سے بچنے پر اس قدر زور دیا ہے کہ رؤسائے کفر جو بدر کے میدان میں مارے گئے تھے، انہیں گالی دینے سے بھی صحابہ کرامؓ کو منع فرما دیا تھا۔

۱۵۔ **کسی پر لعنت مت بھیجو**۔ انسان کو خدا سے دُور لے جانے والی دو ہی چیزیں ہیں، کفر اور ظلم۔ کافر و ظالم کے علاوہ کسی اور پر لعنت بھیجنا ہمارے خدا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے ایک موقع پر جب اپنے ایک صحابی کو اپنی سواری پر لعنت بھیجتے سُنا تو اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم اس ملعون سواری کے ساتھ ہماری معیّت میں سفر کر رہے ہو؟

۱۶۔ **افشائے راز نہ کرو**۔ کہ اس سے دوستوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ راز صرف وہی نہیں جسے بات بیان کرنے والا راز کہے، بلکہ ہر وہ بات جو تم سے کہی گئی ہے کسی کا راز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تم سے کوئی بات کہہ کر چلا جاتا ہے تو اس کی بات تمہارے پاس بطور امانت رہ جاتی ہے۔ پس امانت میں خیانت نہ کرو۔ یہ ایک کمینہ اور تکلیف دہ حرکت اور عادت ہے۔

۱۷۔ **تمسخر و استہزاء کی باتیں نہ کرو**۔ اور کسی کو بھی اپنے سے حقیر نہ سمجھو۔

۱۸۔ **ہنسی ٹھٹھے کی باتوں ہی میں زندگی گزار دینے کو اپنا مقصد نہ بناؤ**۔ مزاح اپنی حدود میں ہے تو بُرا نہیں۔ مگر اسلام پیشہ ور مسخروں کو پسند نہیں کرتا اور نہ خدا نے انسان کو اس مقصد کے لئے

پیدا کیا ہے۔

۱۹۔ **شعر و شاعری بُری نہیں۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر میں بھی حکمت کی باتیں ملتی ہیں مگر اپنی سب ذمہ داریوں کو بھلا کے اور مقصدِ حیات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے شعر و شاعری ہی میں اپنی زندگی گنوا دینا مومن کو زیب نہیں دیتا۔ "زبان" اس میدان میں بھی جب اپنی حدود کو پھلانگ جاتی ہے تو شیطان کے پاؤں میں لڑکھڑاتی ہوئی نظر آتی ہے۔

۲۰۔ **کسی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنے علم و فہم سے بالاتر بحثوں میں اُلجھے۔** کہ اس سے فتنوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ تحقیق اور ریسرچ کا دروازہ تو ہر ایک کے لئے کھلا ہے مگر محض فلسفیانہ بحثیں جن کا انسان کی دینی یا دنیوی فلاح کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو ان میں الجھے رہنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ کام کی بات کرو اور زبان کے چسکے سے پرہیز کرو۔

ہماری زبان پر ہمارے خدا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پابندیاں عائد کی ہیں اُن میں سے بیس تو یہی آپ کے سامنے مختصر طور پر پیش کر دی گئی ہیں۔ تفصیلی بحث انشاء اللہ بعد میں ہوگی۔

حق الیقین تک پہنچنے کا ذریعہ

مسیح پاک علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اگر دُعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خدا شناسی کے بارے میں حق الیقین تک نہ پہنچ سکتا۔ دُعا سے الہام ملتا ہے۔ دُعا سے ہم خدا تعالیٰ سے کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دُعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے، تب وہ زندہ خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے، جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صہ ۲۹۱)

نصرتِ دین کا فریضہ ادا کرنے والی مرکزی تنظیم

مختصر تاریخ ـــ ترقی کے مختلف مراحل ـــ مساعی کا جائزہ

(مکرم محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۴۰ء میں مجلس انصار اللہ کے قیام کی تحریک فرماتے ہوئے احبابِ جماعت سے فرمایا :۔

”چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء)

حضور نے عارضی طور پر حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کو مجلس انصار اللہ کا صدر مقرر فرمایا اور ان کے ساتھ سیکرٹری کے فرائض انجام دینے کے لئے حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد مرحوم رضی اللہ عنہ، حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم رضی اللہ عنہ اور خانصاحب فرزند علی صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کو نامزد فرمایا۔

چنانچہ حضور کی اِس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے بہت سی جماعتوں میں مجالس انصار اللہ قائم کی گئیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ازراہِ عنایت اس مجلس کے کارکنان کو زرّیں ہدایات سے نوازتے رہے۔ حضور ایدہ اللہ کی ان ہدایات کی روشنی میں حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے قبل ۱۹۴۷ء تک مجلس کے صدر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مکرم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کو صدر مجلس مقرر فرمایا۔ بعد میں جب حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ حضور بنفسِ نفیس اِس مجلس کے صدر ہونگے تو صاحبزادہ صاحب موصوف نائب صدر مقرر ہو گئے۔ ۱۹۵۴ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو مجلس کا نائب صدر مقرر فرمایا۔

۱۹۵۵ء میں حضور ایدہ اللہ نے انصار کو بھی حکم دیا کہ وہ خدام الاحمدیہ کی طرح سالانہ اجتماع منعقد کیا کریں۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء میں صرف چند دن کے نوٹس پر، انہی ایام میں کہ جب مجلس خدام الاحمدیہ کا اجتماع منعقد ہوا فضل عمر ہوسٹل

میں انصار اللہ کے سب سے پہلے سالانہ اجتماع کا اہتمام کیا گیا۔ دونوں اجتماعوں کا افتتاح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یکجائی طور پر مجلس خدام الاحمدیہ کے مقامِ اجتماع میں فرمایا۔ اس کے بعد انصار اپنے مقامِ اجتماع میں پہنچ گئے۔

ہمارے اس سب سے پہلے اجتماع کا کوئی مرتب پروگرام نہیں تھا۔ فرش سٹیج پر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ہمراہ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی، حضرت چوہدری فتح محمدؐ صاحب سیال مرحومؓ، محترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحیم صاحبؓ دردؔ تشریف فرما تھے۔ ان سب اصحاب نے سلسلہ کے دیگر علماء کرام کے ساتھ اجتماع کی کارروائی کو ۲ ½ دن تک جاری رکھا جو قرآن مجید، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درسوں کے علاوہ بزرگان کی زرّین ہدایات اور ان کے ذاتی تجربات کے بیان پر مشتمل تھی۔

اس اجتماع میں مجلس انصار اللہ کا دستورِ اساسی مرتب کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی جس کا ایک ادنیٰ رُکن یہ خاکسار بھی تھا۔ سب کمیٹی دستور اساسی کے دَوران سال میں متعدد اجلاس منعقد ہوئے جن میں سب کمیٹی نے ضروری قواعد وضوابط مرتب کئے۔ ان قواعد وضوابط کو ۱۹۵۶ء کے سالانہ اجتماع میں پیش کیا گیا۔ چنانچہ قرار پایا کہ یہی سب کمیٹی اس پر مزید غور کر کے اسے آخری منظوری کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کرے۔ چنانچہ مزید غور و فکر کے بعد ۷؍ جون ۱۹۵۷ء کو دستور کو آخری شکل دیکر منظوری کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو حضور نے اس کی منظوری عطا فرمائی اور اسی تاریخ سے اس کا نفاذ عمل میں آیا۔

دستور اساسی کے مطابق ۱۹۵۷ء کے سالانہ اجتماع میں مجلس شوریٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں درخواست کی کہ آئندہ تین سال کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو نائب صدر بنانے کی منظوری عطا فرمائی جائے جسے حضور نے ازراہِ نوازش منظور فرما لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اواخر دسمبر میں شوریٰ انصار اللہ کا خاص اجلاس منعقد کیا گیا جس نے حضور سے یہ درخواست کی کہ ازراہِ عنایت صاحبزادہ صاحب موصوف کو آئندہ تین سال کے لئے نائب صدر کی بجائے صدر مقرر فرمایا جائے۔ حضور نے ذرّہ نوازی سے یہ تجویز بھی منظور فرمالی۔ ۱۹۵۸ء میں قواعد کے مطابق تمام مجالس میں زعماء، زعماء اعلیٰ اور ناظمین مجالس کے انتخابات عمل میں آئے۔

خاکسار سے قبل محترم مولانا ابو العطاء صاحب قائد عمومی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے ۱۹۵۹ء کے اوائل میں خاکسار اس عہدہ سے سرفراز ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۰؍ فروری ۱۹۵۶ء کو یوم مصلح موعود کی مبارک تقریب پر مجلس مرکزیہ کے دفتر کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ ۱۹۵۶ء کے سالانہ اجتماع تک دفتر کے دو کمرے تعمیر ہو چکے تھے۔

۱۹۵۷ء میں ہال مکمل ہوا۔ دفتر کی عمارت کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس اور مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب قائد مال کی مسلسل اور پُر زور تحریکوں کے نتیجہ میں مجلس انصار اللہ کے بہت سے اراکین نے گراں قدر عطیہ جات عنایت فرمائے۔ دفتر کی عمارت محترم خواجہ عبید اللہ صاحب کی زیر نگرانی پایہ تکمیل کو پہنچی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

احباب یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ دفتر کے احاطہ کو خوشنما پودوں سے مزین کرنے کے لئے ایک ٹیوب ویل بھی نصب کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد احاطہ میں سرسبز و شاداب گھاس اور پودے لہلہاتے نظر آئیں گے۔ ابھی بعض چیزیں تکمیل طلب ہیں، ہمیں توقع ہے کہ مخیر احباب اور اراکین مجلس انصار اللہ ان کی تکمیل میں بھی تعاون فرمائیں گے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد مجھے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے۔ گزشتہ سالانہ اجتماع میں مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا تھا کہ ایک ایسا رسالہ ہونا چاہیئے جو مجلس انصار اللہ کا ترجمان ہو۔ چنانچہ خاکسار نے اپنے طور پر جنوری ۱۹۶۰ء میں ہی ایک ماہنامہ کے اجراء کے لئے کوشش شروع کر دی تھی۔ کافی تگ و دَو کے بعد بالآخر اس کی منظوری حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی اور الحمد للہ اس کا پہلا شمارہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مجالس کی رہنمائی کے لئے اِس امر کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کو یکجا طور پر شائع کیا جائے۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس وقت "راہِ ہدیٰ" نامی کتابچہ میں حضور کے چند ارشادات شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اِس سال کے دَوران ایک اہم کام یہ ہوا ہے کہ قیادتِ اصلاح و ارشاد کے زیرِ اہتمام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۶ بزرگ صحابہ کرام کے حالات اور روایات اُن کی آواز میں ریکارڈ کی گئیں۔

شوریٰ انصار اللہ کے فیصلہ کی تعمیل میں ایک تجربہ کار عالمِ دین قریشی محمد نذیر صاحب کو انسپکٹر انصار اللہ مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ اس وقت تک ۶۳ مجالس کا دَورہ فرما چکے ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ تربیتی تقاریر فرمائیں جن سے ان مجالس پر نہایت خوشگوار اثر ہوا۔ اِس سال کے دَوران ۷۰ نئی مجالس قائم ہوئیں۔ اس طرح اس وقت کل مجالس کی تعداد ۳۰۰ ہو گئی ہے۔

اس سال کے لئے مرکزی قیادتوں کا پروگرام شائع کر کے تمام مجالس کو بھجوا دیا گیا تھا۔ اور الفضل میں بھی شائع کیا گیا تھا۔ مختلف اوقات میں خطوط اور الفضل میں اعلانات کے ذریعہ بار بار یاددہانی کروائی جاتی رہی۔ قیادتِ تعلیم کے زیرِ اہتمام امسال تین امتحانات منعقد کئے گئے۔ قیادتِ اصلاح و ارشاد کی طرف سے اس امر کی مسلسل تحریک کی جاتی رہی کہ سال بھر میں کم از کم ایک دوست ہی کی صحیح تربیت و اصلاح کی تحریک میں اراکین خاص اہتمام سے

حصہ لیں۔

اسی طرح قیادتِ تربیت، قیادتِ مال، قیادتِ خدمتِ خلق، اور قیادتِ ذہانت و صحتِ جسمانی کی طرف سے متعدد اعلانات ہوتے اور بار بار تحریکیں ہوتی رہیں مگر اس کے باوجود چند ایک مجالس اپنی نیک مساعی کے متعلق ہمیں باقاعدگی سے اطلاع نہیں بھجواتی رہیں۔ اس کی وجہ سے مرکز کو ان کی مساعی کا علم نہیں ہو سکا۔ کام تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر مجلس میں ہو رہا ہے اگر عہدیداران مجالس اپنی مساعی سے مرکز کو بھی مطلع فرماتے رہیں تو اس طرح مرکز بھی ان سے باخبر رہ سکتا ہے اور وہ بھی مرکز کی ہدایت و راہنمائی سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

بجٹ کی تشخیص اور ترسیل میں بھی بعض مجالس سستی سے کام لیتی ہیں جس کی وجہ سے سال میں سے قریباً چھ ماہ کا عرصہ بجٹ منگواتے میں ہی صرف ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے بعض ایسے کام رُکے رہتے ہیں جن کی سرانجام دہی مجلس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اگر تمام مجالس سالانہ اجتماع کے معاً بعد آئندہ سال یعنی ۱۹۶۱ء کا بجٹ تجویز کر کے ہمیں بھجوا دیں تو مرکز انشاء اللہ اس سے بہتر طریق پر یہ خدمات بجا لا سکے گا۔

عَلَمِ انعامی کی مستحق تو صرف ایک مجلس قرار دی جاتی ہے مگر ناظمین ضلع یا ناظمِ اعلیٰ علاقہ کی مساعی اس سلسلہ میں زیرِ غور نہیں آتیں۔ اس لئے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض ناظمین علاقہ و ضلع وغیرہ کی مساعی کا بھی مختصراً ذکر کروں۔ مکرم چوہدری عبدالحق صاحب ورک ناظم اعلیٰ سابق صوبہ سندھ و بلوچستان اور مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظم خیرپور ڈویژن اور مکرم میاں محمد سعید صاحب ناظم ضلع ملتان کی مساعی اس سلسلہ میں خاص طور پر قابلِ صد تحسین ہیں۔ ہمیں بعض اوقات عہدیداران کو چُست کرنے کے لئے امراء کرام اور صدر صاحبان کو بھی تکلیف دینا پڑتی ہے۔ ان کی ذاتی توجہ ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

جماعت ہائے احمدیہ کی ایک تعداد ایسی ہے جہاں ابھی مجالسِ انصار اللہ قائم نہیں۔ میں وہاں کے امراء اور صدر صاحبان کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس کارِ خیر میں حصہ لیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے ہاں مجالس قائم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری سستیوں اور غفلتوں کو دُور فرمائے اور ہمیں حضور ایدہ اللہ کے منشاء کے مطابق اپنی اور اپنی اولادوں کی تربیت کرنے اور اسلام کی خدمت بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭

قائد عمومی

مجلس انصار اللہ مرکزیہ — ربوہ

کامیاب زندگی کا میر التصور

(محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نائب صدر عالمی عدالت ہیگ)

سب سے کامل اور کامیاب زندگی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی۔ حضورؐ کو ہی اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کے لئے کامل نمونہ قرار دیا ہے اور حضورؐ کی کامل اطاعت کو اپنی محبت کے حصول کا ذریعہ مقرر فرمایا ہے۔ سو کامیاب زندگی کا صحیح تصور حضورؐ کی حیاتِ طیبہ میں ہی مل سکتا ہے اور ہر زمانے اور تمام حالات میں وہی زندگی کامیاب زندگی ہو گی جو حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کی متابعت کرنے والی ہو گی۔

حضورؐ کی حیاتِ طیبہ کے حالات تفصیلی طور پر ہمیں میسر ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مضبوط دلیل ہے کہ حضورؐ واقعی ہمارے لئے کامل نمونہ ہیں۔ وہ زندگی کامل نمونہ نہیں ہو سکتی جس کی تفاصیل ہمیں معلوم نہ ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے ماتحت حضورؐ کو اپنی مختصر سی زندگی میں اتنے مختلف حالات کا سامنا ہوا اور اتنے فرائض کی سرانجام دہی حضورؐ کے ذمہ لگائی گئی کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہر قسم کا نمونہ حضورؐ کی پاکیزہ اور کامل زندگی میں مل جاتا ہے۔ فداہ ابی وامّی۔

حضورؐ کا بچپن اپنے بزرگوں کی اطاعت اور فرمانبرداری میں رُشد و سعادت کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ حضورؐ کی جوانی ایک صالح، باعفت، دیانتدار، امین اور باوقار نوجوان کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ حضورؐ کی متاہل زندگی ایک باوفا، شفیق، محسن، مربّی خاوند اور باپ کا نمونہ ہے۔

آپ نے مکی زمانہ نبوت میں ہر قسم کے دُکھ، استہزاء اور ایذا دہی کو صبر، استقامت اور متانت کے ساتھ برداشت کیا۔ مدینہ تشریف لے جانے پر جب دشمن نے جنگ کی طرح ڈالی تو جنگ کی سختیوں اور مصائب کو بھی حضورؐ نے استقامت بلکہ بشاشت کے ساتھ برداشت کیا۔ شجاعت کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ ہر وقت اپنے ساتھیوں کی دلداری کی اور ان کی ہمت بڑھائی۔ جنگ جیسے وحشیانہ اور خونخوار مشغلے کو حضورؐ نے اخلاق کی قیود میں پابند کیا۔ آپ کو جنگ پر مجبور کیا گیا لیکن یہ مجبوری بھی بنی نوع انسان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باعثِ رحمت بن گئی۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے فضل و رحم سے حضورؐ کو نبوت کی خلعت کے ساتھ بادشاہی کی قبا بھی پہنائی تو اُسے بھی محبوبِ حقیقی کی رضا کے حصول کے لئے حضورؐ نے کمالِ فروتنی اور انکسار کے ساتھ پہنا اور ایسا نمونہ غمخواری اور خیر اندیشی، رحم دلی اور دیانت اور انصاف کا قائم کیا کہ تا ابد تمام حاکموں اور بادشاہوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

یہ بادشاہ عجب بادشاہ تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ اس کا کوئی محل تھا نہ پہرے کا رسالہ، نہ وردیاں اور لباس فاخرہ، نہ بینڈ باجے، نہ سونے کے لئے پلنگ، نہ کھانے کے لئے میز کرسی ——— نہ کوئی سامانِ آراستگی، نہ مطبخ، نہ اصطبل، نہ تخت، نہ تاج، یعنی دنیاوی نگاہ سے دیکھنے والوں کو ان میں سے کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ ہاں قلبِ اطہر مہبطِ انوارِ الٰہی تھا۔ فرشتے ہر وقت وہاں نازل ہوتے تھے اور پیغامِ محبوبِ حقیقی لا کر پہنچاتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کا جلوہ وہاں متواتر ہوتا تھا۔ وہ رُوئے زیبا اور قلبِ اطہر اُس تمام ساز و سامان سے بالا و بے نیاز تھے جو شاہانِ عالمِ سفلی اپنی عُریانی کو ڈھانکنے کی سعی میں ضروری خیال کرتے ہیں۔ فداہ نفسی و روحی۔

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی میں ہمیں کامیاب انسانی زندگی کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ میسر ہے۔ اِس زندگی کا بنیادی اصول کیا تھا؟ اللہ تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری اور ہر لحظہ اُسی کی رضا جوئی۔ اور یہی اصول کامیاب زندگی کا بنیادی اصول ہے۔ آج دنیا یہ سمجھتی ہے کہ یہ باتیں دلفریب قصہ کہانی تو ہیں لیکن بیسویں صدی کے آخری نصف میں قابلِ عمل نہیں۔ اِس خیال کے پیچھے جو نظریہ مرکوز ہے جسے ظاہر میں تو تسلیم نہیں کیا جاتا لیکن جو گھُن کی طرح ایمان اور یقین کو کھوکھلا کر چکا ہے، وہ یہ ہے کہ مشینوں اور ایجادوں، ہوائی جہازوں اور ایٹمی بموں اور مصنوعی سیاروں کی دنیا میں (نعوذ باللہ) اللہ تعالےٰ کو اس قدر دخل نہیں جس قدر تلواروں اور نیزوں، گھوڑوں اور اونٹوں اور بادبانی جہازوں کی دنیا میں تھا۔ یہ محض سمجھ کی خامی اور نفس کا فریب ہے۔ آئے دن کی ایجادیں بھی اللہ تعالیٰ کی ہی عطا ہیں جس کے علم اور جس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔ جو اس جہان جیسے بلکہ اس جہان سے کروڑوں گنا ترقی یافتہ کروڑوں کروڑ جہان پیدا کرنے پر قادر ہے اور اِس جہان پر اور تمام اُن جہانوں پر جو ہمارے علم اور وہم میں بھی نہیں اور موجود ہیں یا جنہیں وہ پیدا کرے ویسا ہی حاکم اور غالب ہے جیسے وہ آج سے تیرہ صد سال یا تیرہ کروڑ سال پہلے تھا۔ یہ الفاظ تو انسانی قدر و قیمت کو ادا کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں ورنہ تیرہ کروڑ سال کیا تمام زمانہ شروع سے لیکر آخر تک اس کے سامنے آنکھ کی ایک جھپک کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ زمانہ تو خود اس کا پیدا کیا ہوا ہے اور وہ زمانہ سے بلند اور اس کے قیود سے باہر اور اُن پر حاکم ہے۔ اس لئے ہر زمانے میں کامیاب زندگی کا وہی تصوّر ہوگا اور اس کے حصول کے وہی طریق اور وہی اصول ہوں گے جو اُس احکم الحاکمین نے خود فرما دیئے ہیں۔

کامیاب زندگی کا تصوّر کیا ہے؟ کیا یہی نہیں کہ انسان کو اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے اور اس کی رضا کی جستجو میں ہر لحظہ زندگی بسر کرنے کی توفیق میسر آجائے اور وہ اس جادہ پر گامزن رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس سے محبت کرنے لگے اور اُس کے اور اس کی پیدا کرنے والی ہستی کے درمیان محب اور محبوب کا رشتہ دونوں جانب سے قائم ہو جائے؟ اگر یہی تصوّر انتہائی کامیاب زندگی کا ہے تو اللہ تعالیٰ نے صریح طور پر فرمایا ہے کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو یا کرنا چاہتے ہو تو میرے اس رسول کی اتباع کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو میں تم سے محبت کرنے لگوں گا۔ اور جس سے

خدا محبت کرنے لگے اس کی زندگی سے بڑھ کر کامیاب زندگی وہی ہو گی جس سے خدا تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر محبت کرے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت ہے کہ ہمارے اس رسولؐ کی تو یہ حالت ہے کہ اس کی نماز اور اس کی عبادتیں اور اس کا جینا اور مرنا سب ہماری رضا کی خاطر ہے۔ یہ کھاتا ہے تو ہماری رضا کیلئے پیتا ہے تو ہماری رضا کے لئے، سوتا ہے تو ہماری رضا کی خاطر، جاگتا ہے تو ہماری رضا کی خاطر، نمازیں پڑھتا ہے تو ہماری خوشنودی کے لئے، روزے رکھتا ہے تو ہماری خوشنودی کے لئے، صدقات دیتا ہے تو ہمیں خوش کرنے کو، دشمن سے لڑتا ہے تو ہماری رضا کی خاطر، صلح کرتا ہے تو ہماری رضا کی خاطر، بیویوں سے حسنِ سلوک کرتا ہے تو ہماری رضاجوئی کیلئے، بچوں سے شفقت کے ساتھ پیش آتا ہے تو ہمیں خوش کرنے کی خاطر۔ غرض اس کی ہر حرکت اور اس کا ہر سکون محض ہماری رضاجوئی کے لئے ہے۔ تم بھی ایسے ہی بن جاؤ تم بھی ہمارے محبوب ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سے یہ نہیں چاہتا کہ ہم زندگی کے فرائض اور اس کی ضروریات سے الگ ہو کر بیٹھ جائیں۔ اُس کے محبوب ترین رسولؐ کی زندگی میں ہمیں ایک لحظہ بھی الگ ہو کر بیٹھ جانے والا نظر نہیں آتا ـــــ کس قدر مختصر زندگی تھی وہ لیکن کس قدر پُرعمل اور کامیاب! اور کیسی مبارک اور شاندار! ترسیٹھ قمری سال یعنی ہمارے موجودہ شمار کے لحاظ سے اکسٹھ سال۔ اس میں سے نبوت کا زمانہ تقریباً بائیس سال، اس میں سے مکی زندگی تیرہ سال، ہجرت کے بعد کی زندگی نو سال ـــــ حضورؐ کی مکی زندگی انکار اور مخالفت کے مظاہرے دیکھنے، مخالفوں کی شرارتوں اور اُن کی ایذا دہی برداشت کرنے، اللہ تعالےٰ کے پیغامات پہنچانے اور اپنی مختصر سی جماعت کی تربیت کرنے میں گزری۔ ہجرت کے ساتھ ہی دشمن نے جنگ کی طرح ڈال دی۔ سَو اونٹ حضورؐ کو پکڑ لانے والے کے لئے انعام مقرر ہؤا۔ مدینہ والوں کو پیغام گیا کہ اگر اس شخص کو جو ہم سے بھاگ گیا ہے واپس نہیں کر دو گے تو ہم تم پر چڑھائی کر دیں گے اور چڑھائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ عرب قبائل میں جوش اور مخالفت پیدا کی گئی۔ بعض کے ساتھ سازباز کی گئی۔ جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مدینہ میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ نہ دن کو امن نہ رات کو چین، ایک لڑائی ختم نہ ہوتی کہ دوسری کے دفاع کی تیاری شروع ہو جاتی۔ ان حالات میں اپنوں کی دلداری، ان کی ہمت بڑھانا، مشکلوں کی برداشت سکھانا، قربانیوں پر آمادہ کرتے رہنا، احکامِ شریعت کا اجراء، قضا کے فرائض کی انجام دہی، امورِ سلطنت کا انتظام، عبادات اور تعلق باللہ کی درستی اور مضبوطی کی تعلیم، مدینہ کے اندر مہاجرین، انصار، عرب مشرکین، منافقین، یہودی قبائل کے تعلقات کو استوار کرنا، غرض ہر نوع اور ہر قسم کے مسائل اور معاملات کا سلجھانا اور ملت کی دینی، اخلاقی، سیاسی، مادی تربیت، ان سب امور کی تکمیل، حجِ وداع تک نو سال کے عرصے میں اس تکمیل کے بعد جبلِ رحمت سے اعلان

"اے لوگو گواہ رہو۔ اے اللہ تو گواہ ہے۔ میں نے تیرا پیغام کما حقہٗ پہنچا دیا ـــــ"

کیا اس سے بڑھ کر کوئی زندگی کامیاب کہلا سکتی ہے؟ کیا اس کامیابی سے بڑھ کر کوئی اور تصور کامیابی کا

ہو سکتا ہے؟ فداہ ابی وامّی ونفسی وروحی۔
یہ نمونہ ہر زمانے، ہر ملک، ہر طبقے کے لئے کامل نمونہ ہے۔ تفصیل اس کی قرآن کریم میں اور حضورؐ کی سیرت میں موجود ہے۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے سوال کیا "حضورؐ کی زندگی کس نہج پر ہے؟" انہوں نے جواب دیا "قرآن کے مطابق"۔
بغیر اس نمونے کی اتباع کے نہ کامیاب زندگی کا صحیح تصوّر قائم ہو سکتا ہے نہ کوئی زندگی کامیاب بن سکتی ہے۔ (نصرت۔ لاہور)

کر رہا ہے سب کے دل تسخیر دینِ مصطفےٰ

(مکرّم شیخ روشن دین صاحب تنویرؔ)

گردنِ الحاد پر شمشیر، دینِ مصطفےٰ
سینۂ تثلیث میں ہے تیر، دینِ مصطفےٰ

زندگی کے خواب کی تعبیر دینِ مصطفےٰ
عاقبت کے قصر کی تعمیر، دینِ مصطفےٰ

فلسفے سب ہیچ ہیں ادیان سارے مات ہیں
کر رہا ہے سب کے دل تسخیر، دینِ مصطفےٰ

وہ اگر فعلِ خدا ہے یہ بھی ہے حرفِ خدا
ہو بہو فطرت کی ہے تصویر، دینِ مصطفےٰ

اُسوۂ حسنہ میں ہے شانِ الٰہی کی جھلک
آفتابِ حق کی ہے تنویر، دینِ مصطفےٰ

جماعتِ احمدیہ کا مقصدِ عظیم اور تربیتِ جماعت

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی قیادتِ تربیت کا پروگرام

(مکرم مولانا ابو العطاء صاحب قائد تربیت)

جماعتوں اور قوموں کا قیام ایک نصب العین کے لئے ہوتا ہے۔ ان کی زندگی، ترقی اور نشوونما کے جانچنے کا معیار یہی ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک اپنے اس نصب العین کو حاصل کر چکی ہیں یا کر رہی ہیں۔ الٰہی جماعتوں اور آسمانی سلسلوں کو اللہ تعالیٰ ایک خاص مقصد کے لئے قائم کرتا ہے۔ درحقیقت یہ جماعتیں روحانیت کا چمن ہوتی ہیں۔ ان کا ایک ایک فرد اس گلستان کا لہلہاتا ہوا پودا ہوتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی جماعتوں کے بغیر یہ دُنیا ناکارہ اور بے ثمر ہے۔ یہی جماعتیں زمین کا نور ہوتی ہیں اور ان کے ذریعہ سے ہی کائنات کی رونق ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ تاریکی کے فرزندوں نے ہر نبی کی بعثت پر اس کی آمد کو بے ضرورت اور عبث ٹھہرایا، اس سے ٹھٹھا اور استہزاء کیا اور اس کے دشمن ہو کر اُسے اور اس کی روحانی کھیتی کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھانی اور اس بارے میں ہر قسم کے ذلیل سے ذلیل ہتھیار اختیار کئے لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی انبیاء بھیجتا رہا اور ان کے ذریعہ سے روحانی کشت کی تخم ریزی کرتا رہا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نبی اور اس کی جماعت کے افراد ہی تو مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے والے ہیں، اگر وہی اس دنیا سے ناپید ہو جائیں تو دنیا کی بقاء کا کیا فائدہ باقی رہ جاتا ہے؟

نبی کے ذریعہ سے جو سعادت مند روحیں آسمانی فوج میں شامل ہوتی ہیں اور جو خوش بخت لوگ اس آبِ حیات سے زندگی حاصل کرتے ہیں ان کی تربیت اور نشوونما کے لئے نبی کے پاس احکام، اوامر اور زرّین اصول ہوتے ہیں۔ اس شمع کے پروانے نبی کے ارشاد پر اپنا سب کچھ نثار کر دیتے ہیں اور اس کی ہدایات کی پابندی کر کے فلاحِ دارین حاصل کرتے ہیں۔ اس دَور میں روحانی زندگی قوم کی رگ و پے میں جاری و ساری ہوتی ہے اور ہر جگہ نور ہی نور نظر آتا ہے اور بجز انتہائی بدقسمت منافقین و کافرین کے اس روحانی بارش سے ہر شخص مستفید ہوتا ہے۔ سچے مومنوں کے لئے تو وہ ایام عید کے ایام ہوتے ہیں۔ اس دَور میں اہلِ ایمان کی تربیت آسانی سے ہو جاتی ہے۔ ایک طرف آسمانی نشانات کا تسلسل ہوتا ہے، الہام و وحی کی نورانیت ہر جگہ ضوفگن ہوتی ہے اور دوسری طرف

دشمنوں کی مخالفت قلوب کو صیقل کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مومن کندن بن جاتے ہیں، ان کے دل ہر قسم کی میل اور آلائش سے پاک ہو جاتے ہیں۔

بعد ازاں جب جماعت کی کثرت ہو جاتی ہے تو اصل وقت تربیتی نقطۂ نظر سے اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ اُس وقت ہر طرف سے ہر قسم کے لوگ الٰہی سلسلہ میں شامل ہو جاتے ہیں اور روحانی مریضوں کا ایک انبوہِ کثیر تلاشِ صحت و شفایابی میں اکٹھا ہو جاتا ہے۔ ان سب کو سنبھالنا، ان کا علاج کرنا اور ان کی تربیت کرنا خاصہ مشکل کام ہوتا ہے اور سچ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت شامل نہ ہو تو یہ کام نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فوج در فوج لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کی بشارت کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کہ نبی اور اس کی جماعت کے تربیت یافتہ افراد پر اب زیادہ بوجھ پڑ جائے گا۔ اس کے برداشت کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ وہ تسبیح و تحمید اور استغفار پر زور دیں۔ اس ارشادِ خداوندی سے ظاہر ہے کہ تربیت کا **بنیادی اصل** دُعا ہے۔ مومنوں کی ایک اہم اور خاص دُعا کا بھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مستقل ذکر فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ؕ کہ اے اللہ! تو ہماری بیویوں اور اولاد کے بارے میں ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں اہلِ تقویٰ کا امام بنا۔ پس تربیت کا اصل ذریعہ سلسلہ کے بزرگوں اور ماں باپ کی درد بھری دُعائیں ہیں۔ درحقیقت ان سے ہی نئی پود میں پورا خلوص، جذبہ اور روحانی ولولہ موجزن ہوتا ہے اور جماعت کا قدم خود بخود ایسے طریق سے اُٹھتا ہے کہ آسمانی بادشاہت قائم ہو جاتی ہے اور نسلاً بعد نسلٍ وہ جماعت اللہ تعالےٰ کے فضلوں کی وارث بنتی چلی جاتی ہے۔ خدائی وعدے پورے ہوتے ہیں اور الٰہی جماعت کو ترقی پر ترقی نصیب ہوتی ہے۔

تربیت کے لئے کچھ **تعلیمی ذرائع** بھی ہیں۔ ماحول کا پاکیزہ ہونا اور ہم سفر رفقاء کا پاک خیال ہونا بھی اس میں بڑا ممد و معاون ہے اور پھر تعلیم و تلقین کے ذریعہ سے اچھے اصولوں کو اپنانے کا بھی موقع ملتا ہے اور انسان کے دل میں نیک تحریکات پنپتی ہیں اور اس کی مخفی استعدادیں منصۂ شہود پر آجاتی ہیں۔

اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے نام کے مسلمانوں کو سچے اور کھرے مسلمان بنانے کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم فرمایا ہے۔ اسلام کے عاشق مسلمان جو تن من دھن کو دین کی خاطر نچھاور کرنے والے ہوں، ان کا پیدا کرنا اس جماعت کا مقصد ہے، تا کہ اسلام کی تبلیغ دنیا بھر میں ہو۔ قرآن مجید کی اشاعت اکنافِ عالم میں ہو اور دشمنانِ اسلام کے معاندانہ پروپیگنڈہ اور ان کے گندے اعتراضات کا جواب دے کر اسلام کا نورانی اور روشن چہرہ ساری دنیا میں ظاہر ہو۔ یہ **مقصدِ عظیم** ہے جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور یہی وہ **آخری وصیت** ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو فرمائی ہے۔ آپ تاکید فرماتے ہیں کہ افرادِ جماعت

ہمیشہ اس مقصد عظیم کو مدنظر رکھیں کیونکہ یہی عظیم الشان نصب العین جماعت احمدیہ کے قیام کی علت غائی ہے، اسے حاصل کرنے کے لیئے بہت بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔" (الوصیت صث)

(ب) "اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالےٰ اب چاہتا ہے۔" (فتح اسلام ص۱۶)

اس اعلیٰ ترین پروگرام کی تکمیل کے لئے جماعت احمدیہ دن رات کوشاں ہے اور اس کے لئے متعدد راہیں اختیار کئے جا رہے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ قربانیوں کے اس لمبے سلسلہ کو قائم اور دائم بنانے کے لئے جماعت کے افراد کی بحثیت تربیت از بس لازمی ہے۔ تربیت کو اس عمارتِ اشاعت کے لئے **بنیادی پتھر** کی حیثیت حاصل ہے۔ ہمارے امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اس تربیت کے لئے جماعت کے مختلف دائرے تجویز فرمائے ہیں انصار اللہ ان جوان ہمت افرادِ جماعت کے مجموعہ کا نام ہے جو عمر کے لحاظ سے چالیس برس سے زیادہ ہیں مگر جماعت کی ذمہ داریوں کے سنبھالنے اور اس شجرۂ طیبہ کی اپنے خونوں سے آبیاری کرنے کے لحاظ سے پیش پیش ہیں۔ انصار اللہ کی مجلس مرکزیہ نے اپنے کام کو چند شعبوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ **قیادتِ تربیت** ایک اہم شعبہ ہے۔

اس قیادت کی ذمہ داری ہے کہ اپنے جملہ اراکین کے علاوہ جماعت کے سب چھوٹے بڑے افراد کی روحانی تربیت پر بھی عمومی نظر رکھے۔ اور ہر وقت تعلیمی و تلقینی ذرائع سے انہیں اس اصل نصب العین کی طرف توجہ دلاتی رہے اسلام ایک کامل دین ہے اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اس میں جامع تعلیم موجود ہے۔ جس طرح کامل صحتمند انسان وہی ہے جس کے جملہ اعضاء تندرست اور بیماری سے پاک ہوں اسی طرح کامل مومن وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کے جملہ احکام کی پابندی کرتا ہو اور اپنی روح کو ہر قسم کی روحانی بیماری سے محفوظ اور مصئون رکھتا ہو۔ لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ہر بدی سے بچے اور ہر نیکی پر عمل پیرا ہو۔

قیادت تربیت مجلس مرکزیہ انصار اللہ نے سنہ ۱۹۶۶ء کے لیئے جو خاص پروگرام اراکین مجالس انصار اللہ کے لئے

بنایا ہے اور جس پر پوری توجہ سے اس سال اور بعد ازاں بھی عمل پیرا ہونا ضروری ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

(۱) ہر رکن پنجوقتہ نماز باجماعت کا پابند ہو، کیونکہ نماز دین کی بنیاد ہے۔ جو شخص نماز کی ادائیگی کے بارے میں غفلت سے کام لیتا ہے وہ اس قابل نہیں کہ خدائی فوج میں کوئی فعال عضو قرار پا سکے۔ خدا کا قرب پانے کے لئے نماز کی پابندی اشد ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص احمدی کہلا کر پنجوقتہ نماز کی پابندی نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(۲) ہر رکن پر لازم ہے کہ اسلام کے جملہ شعائر ظاہری اور باطنی کی پابندی کرے۔ یہ وسیع مضمون ہے، دل کی پاکیزگی سے لے کر ظاہری شکل و صورت تک میں اسلامی رنگ اختیار کرنا اس میں شامل ہے۔ داڑھی کو اسلام کے حکم کے مطابق رکھنا بھی لازمی ہے

(۳) جو صاحبِ نصاب انصار اللہ ہیں اور ان پر زکوٰۃ واجب ہے ان کو زکوٰۃ کی ادائیگی کی تلقین کی جائے اور دوسرے ہر رکن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں وصیت کرنا بھی ضروری ہے۔ مالی قربانیوں سے بھی انسان کا دل پاک ہوتا ہے۔

(۴) جملہ لغویات سے مومن بچتے ہیں۔ تمباکو نوشی یا تمباکو خوری بھی ان لغو امور میں شامل ہیں جن سے اخلاقی اور مالی نقصان ہوتا ہے، وقت اور جسمانی قوتوں کا ضیاع مزید برآں ہے۔ اسلئے انصار اللہ کے سب اراکین کو تمباکو سے بچنا چاہیئے۔ قیادتِ تربیت اپنے جملہ بھائیوں کو اس عیب سے بچنے کے لئے توجہ دلاتی ہے۔

(۵) اسلامی اخلاق ناپید ہو رہے ہیں اور عام مسلمانوں کا اخلاقی معیار بہت پست ہو رہا ہے۔ اسلامی اخلاق میں سے بعض اخلاق معاشرہ کی اصلاح کے لحاظ سے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جیسا کہ راست گفتاری ہے یا سچی شہادت ہے یا مظلوم کی حمایت کرنا ہے۔ صدق مقال سے انسان خود بھی اعلیٰ پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اپنے ماحول کو بھی صدہا عیوب اور نقائص سے پاک کر دیتا ہے۔ سچی گواہی ادا کرنا ایک جرأت مندانہ اور مؤثر اقدام ہے۔ صداقت کو قائم کرنے کے لئے اور ظلم کو روکنے کے لئے قوم میں سچی گواہی دینے کی عادت نہایت اہم ہے۔ مظلوم کی حمایت نہ ہونے سے ظالموں کو اور بھی دلیری ہو جاتی ہے اور قوم کا ہر فرد مظالم کا تختۂ مشق بن سکتا ہے۔ اگر سب لوگ اس بات پر کمر ہمت باندھ لیں کہ ہم ہر حال میں قانون کے اندر رہتے ہوئے مظلوم کی حمایت کریں گے تو یقیناً ظلم دنیا سے مٹ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے قیادت تربیت تمام احباب سے بمنت درخواست کرتی ہے کہ وہ خود بھی اپنے بچوں اور متعلقین کو بھی اس امر کی تاکید کریں کہ ہمیشہ سچ بولیں، سچی گواہی دیں اور ہمیشہ مظلوم کے حامی و ناصر

ہوں۔

(۶) نبوت کے بعد خلافت اسلامی نظام کا نقطۂ مرکزی ہے۔ تربیتِ جماعت کے لئے اتحاد کے اِس سرچشمہ سے پوری وابستگی لازمی ہے تاکہ شقاق دُور ہو کر وحدت پیدا ہو اور اعلیٰ اخلاق قائم ہوں اور ان کی اشاعت کے لئے منظم کوششیں جاری رہ سکیں۔

(۷) ملکی نظام کی پابندی ہر مسلمان کا فرض ہے۔ احمدی جماعت جس ماحول میں معرضِ وجود میں آئی ہے اس کے پیش نظر کسی احمدی سے ہرگز توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ملکی نظام یا جماعتی نظام سے سرتابی کرے گا اور ایسے بابرکت اور مفید نظاموں سے تعاون کرنے کی بجائے ان پر تخریبی نقطۂ نظر سے تنقید کرے گا تاہم قیادتِ تربیت انصار اللہ مرکزیہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ جملہ احباب کو اپنے اس **بنیادی مسلک** کی یاددہانی کراتی رہے۔ کیونکہ نئے لوگ بھی سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اور کچھ نیچے جوانی سے گزر کر انصار اللہ کے زمرہ میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔

(۸) تحریک جدید ایک نہایت مبارک تحریک ہے۔ اس میں چندہ دینے والوں کے چندہ سے بیرونی ممالک میں اشاعتِ اسلام کا ایک محکم نظام قائم ہے۔ مبلغین بھیجے جا رہے ہیں۔ تبلیغی مراکز قائم کئے جا رہے ہیں۔ قرآن مجید کے تراجم ہو رہے ہیں۔ اسلام کی طرف سے شاندار دفاع قائم کیا جا رہا ہے اور اسلامی اصولوں کی مؤثر اور جاذبِ نظر اشاعت ہو رہی ہے۔ یہ سب کچھ تحریک جدید کے چندہ دہندوں کی ہمت اور اُن کی قربانی سے ہو رہا ہے۔ اس تحریک میں نوجوان بھی شامل ہیں مگر اصل میں یہ تحریک انصار اللہ کی ہے اور اُن کا فرض ہے کہ اسے بہرحال قائم رکھیں اور ہمیشہ ہی اِس بارے میں حضرت امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کی آواز پر لبیک کہتے رہیں۔ قیادتِ تربیت کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اراکینِ مجالس انصار اللہ کو چندہ تحریک جدید میں شمولیت اور اس کی بروقت ادائیگی کی تلقین کرتی رہے۔

یہ اجمالی خاکہ اِس تربیت کا ہے جو مجلس انصار اللہ مرکزیہ قریب میں پایۂ تکمیل کو پہنچانے کے لئے کوشاں ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ جماعت کے جملہ افراد کی حقیقی تربیت کے بغیر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جملہ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اس فرض کو ادا کرنے کی طرف پوری طرح متوجہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کے ساتھ ہو اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کی پوری توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العٰلمین۔

سچائی کی نمایاں فتح اور غلبۂ اسلام کے واضح آثار

ایشیا، افریقہ اور یورپ میں اسلام کی روز افزوں ترقی

بانیٔ سلسلۂ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ۷۱ سال قبل دنیا میں غلبۂ اسلام کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور ربِّ جلیل کا کلام ہے اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اُترے گی ..... سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔" (فتح اسلام)

آج ہم ان باتوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ ہر جگہ اور ہر طرف فرشتوں کی فوجیں آسمان سے نازل ہو ہو کر مستعد دلوں کو روشنی عطا کر رہی ہیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش غیر معمولی طور پر نمایاں ہے۔ اسلام جو پہلے پسپا ہو رہا تھا اب کسی تلوار یا بندوق کی مدد کے بغیر ہر طرف آگے بڑھ رہا ہے اور اس کو مغلوب کر دکھانے کا خواب دیکھنے والے خود پسپا ہو رہے ہیں۔ اسلام کی پیش قدمی اور اس کے مقابلہ میں دوسرے مذاہب کی پسپائی کے متعلق آئے دن وہاں کے اخبارات میں خبریں اور مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں سوئٹزرلینڈ کے اخبار "فریڈنکر" (Freidenker) میں خاص قلب یورپ میں اسلام کی پیشقدمی کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ افادۂ عام کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے:۔

قلبِ یورپ میں اسلام کی پیش قدمی ——— ایک سوئس اخبار کا اعتراف

"ہر چند کہ بالعموم مسیحیت کی طرف منسوب ہونے والے انفرادی طور پر اپنی اپنی جگہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ

وہ باطنی اعتقاد کے لحاظ سے مامون و محفوظ ہیں اور بلا شبہ اِس مصئونیت کے بارے میں لوگ اکثر و بیشتر باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ بایں ہمہ جہاں تک کلیسیا کا اپنا تعلق ہے وہ گوناگوں مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا ہے اور اسے اِن پریشانیوں کے دُور ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی۔ اس پر مستزاد یہ کہ سابقہ پریشانیوں میں نئی پریشانیوں کا برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ اِن نئی پریشانیوں میں سے ایک اسلام ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ "اِس زمانہ کا حملہ آور اسلام"۔

جب ہم گذشتہ صدیوں کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم یہ دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہیں رہتے کہ اسلام مشرق سے اُٹھا اور بلقان کے راستے وی آنا تک بڑھتا چلا گیا۔ اپنی اس پیش قدمی کے دَوران تمام شمالی افریقہ کو اُس نے اپنے زیرِ نگین کیا، سپین پر وہ چھا گیا، پائیرینیز سے گذر کر فرانس کے عین قلب میں وہ جا پہنچا، یہی نہیں بلکہ سوئٹزرلینڈ میں ویلائس تک اسے دسترس حاصل ہوئی۔ الغرض مشرق سے لے کر مغرب تک تمام کا تمام عیسائی یورپ اس کے چنگل میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہا۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی آج بھی ہمیں کچھ اِسی قسم کا خطرہ درپیش ہے؟ کیا ایک دفعہ پھر ویسی ہی پہلی سی ہنگامی صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے؟ اور ترکوں کی کسی نئی پیشقدمی کے نتیجے میں وہی خطرہ پھر ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے؟

نہیں، یقیناً نہیں! آج ہم کسی ایسی صورتِ حال سے دوچار نہیں ہیں کہ عرب فوجیں چمکیلی اور خمدار تلواریں ہاتھوں میں لئے بوڑھے اور ضعیف یورپ کی طرف بڑھی چلی آرہی ہوں۔ آج اسلام جن ہتھیاروں سے حملہ آور ہے وہ سابقہ ہتھیاروں کی نسبت بہت نرم و نازک ہیں لیکن اثر کے لحاظ سے خمدار تلواروں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ہمارے زمانہ میں اسلام کا حملہ اُن تبلیغی مشنوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے جن کی پیشقدمی بالخصوص افریقہ اور ایشیا میں کچھ ایسی نوعیت کی حامل ہے کہ اسے روکنا آسان نہیں ہے۔ ان دونوں برّاعظموں میں اسلام کی تبلیغی مہم بڑی مضبوطی سے اپنے پاؤں جماتی چلی جا رہی ہے اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی وہ صورتِ حال ہے جو عیسائی مشنوں کے کام کو مشکل اور ان کی زندگی کو تلخ بنانے کا موجب بنی ہوئی ہے۔

مزید برآں اسلام اپنی اُن تبلیغی کامیابیوں پر جو اسے افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہو رہی ہیں اکتفا کرنے کیلئے تیار نہیں ہے بلکہ وہ دوسری طرف پوری دلیری کے ساتھ عیسائی یورپ کے قلب کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ وہ اِس طرح کہ خود یہاں ہمارے درمیان اس کی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ کلیسیا اِس صورتِ حال پر بہت پریشان ہے کیونکہ وہ اپنے لئے ایک چیلنج تصور کرتی ہے۔ خود عیسائی پریس کی وساطت سے جو حقائق اور خطرات ہمارے علم میں آئے ہیں ان کا اندازہ اِس امر سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ ہمبورگ، فرانکفورٹ، اور برلن میں مساجد کی تعمیر پہلے ہی عمل میں آ چکی ہے۔ اب ایک چوتھی مسجد خود عیسائیت کے گڑھ میونخ میں تعمیر کی جائے گی جس کے

ساتھ ایک ہوٹل بھی ہوگا۔ اس مسجد کے متعلق خیال یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے ایک ثقافتی مرکز کا کام دے گی۔
اسی طرح گزشتہ تیرہ سال سے زیورچ میں احمدیہ مسلم مشن قائم ہے جو پاکستان کے ایک نہایت سرگرم اور باہمت پاکستانی کی سرکردگی میں کام کر رہا ہے۔ ۱۹۵۴ء میں قرآن کا ایک نیا جرمن ترجمہ کیا گیا تھا۔ اب حال ہی میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ مزید برآں زیورچ میں بھی ایک مسجد تعمیر ہونے والی ہے جس کے ساتھ مشن کے دفاتر اور جلسے وغیرہ منعقد کرنے کے لئے علیحدہ کمرے تعمیر کئے جائیں گے۔ مسجد گنبد اور مینار وغیرہ سے مزین ہوگی گو انہیں زیادہ نمایاں نہیں کیا جائے گا۔
ہر چند کہ یہ چیزیں یورپ میں کلیسیا کے لئے چنداں خطرہ کا باعث نہیں ہیں تاہم ان کے نتیجے میں اس کا پریشان ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ وہ اس لئے کہ مساجد کی تعمیر اور اسلامی مشن کی پیش قدمی کی وجہ سے بعض ضعیف الاعتقاد عیسائیوں کے ذہن میں رہ رہ کر حسب ذیل دو باتیں ضرور اُبھر رہی ہیں۔
اوّل یہ کہ جہاں کہیں عیسائی کلیسیا کسی حریف کی موجودگی کے بغیر مذہبی لحاظ سے برسر اقتدار رہے وہاں وہ اپنے فرقے دارانہ اور خود غرضانہ مقاصد کے حصول میں از روئے قانون تسلیم شدہ ضمیر اور مذہب کی آزادی سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتی۔ وہاں وہ سب سے بڑھ کر اس بات کی دعویدار بنتی ہے کہ مذہبی لحاظ سے اسے پوری آزادی حاصل ہونی چاہیئے لیکن از روئے آئین تسلیم شدہ مذہبی آزادی اس امر کو مستلزم ٹھہراتی ہے کہ اگر دوسرے مذاہب بھی آئین کی عائد کردہ شرائط کو پورا کریں تو مذہب اور آزادی ضمیر کے سلسلہ میں انہیں بھی وہی حقوق اور مراعات ملنی چاہئیں جو عیسائیت کو حاصل ہیں۔ ان حالات میں قدرتی طور پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب (جبکہ اسلام بھی ایک مذہب کے طور پر یورپ میں آن موجود ہوا ہے) عیسائیت اپنی قدیمی اجارہ داری کو برقرار رکھنے کے لئے مذہب اور ضمیر کی آزادی کے خلاف آواز بلند کرے گی؟ اگر وہ ایسا کرے تو بلاشبہ یہ ایک مایوس کن اور خطرناک اقدام ہوگا۔
دوم یہ کہ مسلم مشن کے قیام کے نتیجہ میں وہاں بعض عیسائی حلقوں پر یہ بات واضح ہوتی جارہی ہے کہ اب یورپ میں بھی عیسائیت کو دوسرے مذاہب کے ساتھ ساتھ صرف ایک مذہب کی حیثیت حاصل ہے۔ سو گویا اب لوگوں کی نگاہ میں یہ امر کہ (یورپ میں) مسیحیت کو قطعی اور لاثانی حیثیت حاصل ہے اعتراض سے بالا نہیں ہے۔ اسی طرح دوسرے مذاہب کے تعلق میں دین مسیحی کی یہ پوزیشن کہ وہ مختلف مذاہب کی برادری کا صرف ایک رکن ہے سمجھدار طبقہ پر دن بدن واضح ہو رہی ہے۔ اور تو اور اب خود مسیحی حلقوں سے یہ آواز بلند ہونے لگی ہے کہ مسیحیت دوسرے مذاہب کی طرح مذہب کی کوئی معیّن صورت نہیں ہے بلکہ کہنے والے یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ سرے سے مذہب ہے ہی نہیں، یہ تو نام ہے اس چیز کا کہ خدا نے اپنے بیٹے یسوع مسیح پر اپنے آپ کو جس

رنگ میں ظاہر کیا ہے ایک نیک اور مقبول بندہ اس خدائی ظہور پر کس طرح لبیک کہتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی مشن کے قیام کی وجہ سے کیسے کیسے پریشان کن سوالات ایک غور و فکر سے کام لینے والے عیسائی کے ذہن میں اُبھرتے ہیں اور چار و ناچار اسے ان سوالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اگر عیسائی کیمپ میں کھلبلی مچی ہوئی ہے تو یہ بلا وجہ نہیں ہے۔

ایشیا اور افریقہ کے کیتھولک مشنری مراکز میں جو کھلبلی مچی ہوئی ہے وہ اور بھی زیادہ گہری نوعیت کی حامل ہے۔ متعدد ایسی کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مشنری کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آچکا ہے جن میں اس خطرے پر پوری توجہ مرکوز کی گئی ہے اور وہ کانفرنسیں اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ ایشیا اور افریقہ کے وسیع تر علاقوں میں عیسائیت کے بالمقابل اسلام کو زیادہ قبولیت حاصل ہے۔ اسلام افریقہ میں عیسائیت کی نسبت زیادہ قدیم ہے اور ہے بھی وہاں کے روایتی اندازِ فکر سے قریب تر۔ مثلاً اسلام تعددِ ازدواج کو روا رکھتا ہے اور بہت سہل عقائد پر مشتمل ہے۔ پھر یہ امر بھی اس کے مفاد میں جاتا ہے کہ عیسائی مشنوں کے برخلاف مغربی استعماریت سے اس کا کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ یعنی اُس مغربی استعماریت سے جسے فی زمانہ بہت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے مزید کہ عیسائی مشنوں کو چاہیئے کہ وہ اب نئے حالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ افریقہ میں اس وقت جو نئی قومیں اُبھر رہی ہیں ان کی غالب اکثریت مسلمان ہے لہٰذا اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے اب عیسائی مشنوں کو تبلیغ کے طریق پر نظرثانی کرنی چاہیئے اور مسیحیت کے پیغام کو مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے نئے طور طریقے بروئے کار لانے چاہئیں۔ عیسائی مشن اب اس بارہ میں کسی خود فریبی میں مبتلا نہیں ہیں کہ اِس سوال کا پیدا ہو جانا ہی کہ جیت مسیح کی ہوگی یا محمدؐ کی ایک سنگین صورتِ حال پر دلالت کرتا ہے۔"

(جرمن سے ترجمہ)

خُدا سے صُلح کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا سے صلح کرو۔ سچی پرہیزگاری سے کام لو۔ آسمان اپنے غیر معمولی حوادث سے ڈرا رہا ہے۔ زمین بیماریوں سے انذار کر رہی ہے مبارک وہ جو سمجھے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صہ ۲۹۱)

بچوں کا صفحہ

نونہالانِ جماعت سے!

مجلس اطفال الاحمدیہ کے اراکین یہ معلوم کرکے خوش ہونگے کہ ماہنامہ "انصار اللہ" میں ایک صفحہ ان کا اپنا ہوا کریگا۔ اس شمارہ میں ہم اس صفحہ کا آغاز صاحبزادہ میاں فرید احمد صاحب ابن حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے نہایت پیارے مضمون سے کررہے ہیں جو انہوں نے خاص اس صفحہ کے لئے لکھا ہے۔ ذیل میں ان کا مضمون پڑھیئے اور خود بھی ایسا ہی ایک مضمون لکھنے کی کوشش کیجئے۔ (ادارہ)

بچپن میں شوقِ عبادتِ الٰہی

مَیں نے حضرت امیر المومنین کی تصنیف لطیف "سیرت مسیح موعودؑ" پڑھی۔ اس میں مجھے ایک واقعہ بہترین محسوس ہوا وہ آپ کا بچپن اور جوانی کی زندگی میں ہی عبادتِ الٰہی کا شوق و ذوق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی تربیت ایسے رنگ میں فرمائی تھی جس کی وجہ سے آپ کے دل میں دنیا کی محبت پیدا ہی نہ ہونے پائی۔ باوجود اس بات کے کہ آپ کا خاندان دنیاوی لحاظ سے ممتاز معزز تھا اور حکام وقت آپ کے خاندان کا ہر لحاظ سے ادب و احترام کرتے تھے پھر بھی آپ نے دنیاداری کی طرف کوئی توجہ نہ دی، بلکہ اپنا دل نہایت پاکیزہ اور مصفا بنایا اور آپ نے بچپن سے ہی ایک ایسا سبق یاد کیا جسے آپ نے وفات تک نہ بھلایا۔ اگرچہ دنیا آپ کے سامنے مختلف قسم کے خوبصورت لباسوں میں آئی لیکن آپ نے قطعاً التفات نہ کیا۔ چنانچہ خود آپ کے والد صاحب دنیاوی کاموں سے نفرت کرنے کی وجہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد اس کا کس طرح گزارہ ہوگا۔ یہ ہمارے گھر میں مُلّاں کہاں سے پیدا ہوگیا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا ان کے دنیاوی کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائے لیکن آپ کا دل اس کام کی طرف ہرگز راغب نہ ہوتا۔

اسی طرح جوانی کی عمر میں جس وقت بھی مقدمات سے فارغ ہوتے تو فوراً خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوجاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ آپکو ایک ضروری مقدمہ کے دوران میں دیر ہوگئی اور نماز کا وقت ہوگیا جب آپ نے دیکھا کہ مجسٹریٹ تو مقدمہ میں بہت محو ہے اور نماز کا وقت تنگ ہورہا ہے تو آپ نے اس مقدمہ کو خدا کے سپرد کیا اور خود ایک طرف درختوں کے جھنڈ میں نماز پڑھنے لگے۔ عین نماز کے دوران میں عدالت کی طرف سے آپ کو پکارا گیا، لیکن آپ اپنی عبادت میں مشغول رہے۔ جب آپ عبادت سے فارغ ہوسے تو آپکو یقین تھا کہ مقدمہ کا فیصلہ مخالف کے حق میں ہوجائے گا کیونکہ عدالت کا قانون ہے کہ اگر ایک فریق وقت پر حاضر نہ ہو تو فریق مخالف کے حق میں یکطرفہ ڈگری دی جاتی ہے لیکن جب آپ وہاں پہنچے تو انگریز مجسٹریٹ نے کاغذات پر ہی فیصلہ کرکے آپکو ڈگری دیدی۔ اس طرح گویا خدا نے خود آپ کی وکالت کی۔ آپ عاقل و بالغ ہونیکے باوجود دنیاوی کاموں سے بیزار رہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ دنیا سے قطعاً الگ رہے اور خدا ہی آپ کا مقصود تھا اور اسکے سوا آپ اور کسی چیز کے طالب نہ تھے۔

بس ہر ایک کو اس سے سبق لینا چاہیئے اور صرف خدا سے ہی اپنا تعلق قائم کرنا چاہیئے تاکہ وہ ہر مصیبت کے وقت خود مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ۞

(مرزا فرید احمد)

مجلس انصار اللہ علاقائی سابق صوبہ سندھ و بلوچستان کا پہلا سالانہ اجتماع

نظامت علیا مجالس انصار اللہ سابق سندھ و بلوچستان کے زیر اہتمام علاقے کا پہلا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء بروز اتوار بمقام لطیف آباد (حیدر آباد سندھ) بصدارت چوہدری عبد الحق صاحب ورکس ناظم اعلیٰ منعقد ہوا جو پروگرام کے مطابق سوا چار بجے صبح نماز تہجد سے شروع ہو کر ۶ بجے شام رقت انگیز اور پُرسوز دعاؤں کے ساتھ ختم ہوا۔ اس اجتماع میں ۳۷ مجالس میں سے ۲۵ مجالس کے ۵۰ نمائندگان اور ۲۱ زائرین شریک ہوئے۔ مکرم حضرت اللہ صاحب پاشا کی قیادت میں مجلس خدام الاحمدیہ حیدر آباد کے خدام اور کراچی کے خدام (محمد شمیم و ناصر احمد) نے مہمانوں کے استقبال اور دیگر انتظامی امور نہایت جانفشانی سے سر انجام دیئے۔ کُل حاضری ۱۲۵ تھی جس میں ۱۱ صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ۷ مربیان سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی شامل تھے۔

صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "ذکرِ حبیبؑ" کے موضوع پر رُوح پرور روایات و چشمدید حالات سُنائے جو حاضرین کے ایمانوں میں نئی تازگی اور یقین میں نئی پختگی بخشنے کا موجب بنے۔ مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب مربی سلسلہ احمدیہ مقیم کراچی نے "انصار اللہ کی تربیتی ذمہ داریاں" اور "برکاتِ خلافت" کے موضوعات پر نہایت عالمانہ تقاریر فرمائیں۔ مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب ناظم خیر پور ڈویژن و مکرم مولوی عبد الباقی صاحب ناظم حیدر آباد ڈویژن نے اپنی اپنی کارکردگی کی رپورٹیں پڑھ کر سُنائیں۔ ناظم اعلیٰ صاحب نے اپنے صدارتی ریمارکس میں نظامت خیر پور ڈویژن کے اس وقت تک کے کام کو اوّل نمبر پر قرار دیا اور فرمایا کہ سال کے آخر تک جو نظامت بھی نمایاں طور پر کام کرتی رہے گی اوّل قرار دی جائے گی اور اس کو محترم صدر صاحب انعام عطا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس اجتماع کو کامیاب بنانے میں محترم چوہدری احمد مختار صاحب، چوہدری رشید احمد صاحب، چوہدری عزیز احمد صاحب، چوہدری محمد اکرم صاحب، شیخ عبد الحق صاحب، ملک فضل حق صاحب، سید افتخار حسین صاحب، محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی، قریشی عبد الرحمٰن صاحب ناظم خیر پور ڈویژن، مولوی عبد الباقی صاحب ناظم حیدر آباد ڈویژن، صوفی محمد رفیع صاحب، ماسٹر رحمت اللہ صاحب زعیم حیدر آباد اور بابو عبد الغفار صاحب امیر ضلع حیدر آباد نے خاص طور پر ہر قسم کا تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور آئندہ بھی بیش از بیش قربانی کی توفیق

عطا فرمائے۔

شوریٰ کے اجلاس میں خصوصیت سے چندہ تعمیر کے متعلق بہت زور دیا گیا اور پُورے غور و شکر کے بعد طے پایا کہ ۲۵۰۰/- روپیہ چندہ تعمیر واجب الادا کو حسب ذیل طور پر ادا کیا جائے :-

مجالس حیدرآباد ڈویژن　　　۱۳۰۰/- روپے

مجالس خیرپور ڈویژن　　　۷۰۰/- روپے

مجالس کوئٹہ بلوچستان　　　۵۰۰/- روپے

ناظمین نے ۲۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء تک اس کی ادائیگی کا وعدہ کیا۔

آئندہ سال کے اجتماع کے لئے طے پایا کہ وہ ستمبر ۱۹۶۱ء میں بمقام حیدرآباد سندھ منعقد ہوگا جو دو یوم تک رہے گا نیز اس میں جملہ انصاراللہ کو مدعو کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

جس وقت سے نظامت علیا کا قیام عمل میں آیا ہے۔ مکرم چوہدری عبدالحق صاحب ورک ناظم اعلیٰ کی بیدار مغزی اور مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں سابق صوبہ سندھ و بلوچستان کی مجالس میں بیداری اور زندگی کے آثار پیدا ہوکر رُوبہ ترقی ہیں۔ جس کا عملی ثبوت اس پہلے کامیاب سالانہ اجتماع کی شکل میں احباب کو ملاحظہ فرمانے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ آئندہ بھی زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کیا ہی اچھا ہو کہ دیگر علاقائی مجالس بھی اس قسم کے تربیتی اجتماع منعقد فرمائیں اور اپنی بیداری کا ثبوت دیں۔

(قیادت عمومی مجلس مرکزیہ انصاراللہ ربوہ)

عقلمند کون ہے ؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"عقلمند وہ ہے جو عذاب آنے سے پیشتر اس کی فکر کرتا ہے۔ اور دُور اندیش وہ ہے جو مصیبت سے پہلے اس سے بچنے کی فکر کرے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۴)

ماھنامہ «انصار اللہ» اور انصار

(محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ۔ صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ماھنامہ ,, انصار اللہ ،، مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان ھے ۔ اس کا بنیادی مقصد تربیت نفس کا فریضہ ادا کرنے میں انصار کی مدد کرنا ھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والے اسی مقصد کو سامنے رکھ کر اس سلسلہ میں داخل ھوئے ھیں ۔ اللہ تعالی قرآن کریم میں اپنے رسولوں کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی قرار دیتا ھے کہ یزکیھم ۔ رسول لوگوں کے دلوں کو پاک اور صاف کرتے ھیں تاکہ ان پر انوار الٰہی نازل ھوں ۔

پس اپنے نفس کی تربیت ، اھل و عیال کی تربیت ، ھمسایوں اور محلہ کی تربیت ، اپنے شہر اور ملک کی تربیت ، تمام بنی نوع انسان اور کل دنیا کی تربیت ایک اھم فرض ھے جو ھم پر عائد ھوتا ھے اسی مقصد کے پیش نظر انصار کا ترجمان ,, انصار اللہ ،، کے نام سے شائع ھو رھا ھے ۔ میں امید رکھتا ھوں کہ نہ صرف مجالس انصار اللہ بلکہ ھر رکن انصار اللہ اس کا خریدار بنے گا ۔ اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا ۔ و باللہ التوفیق ۔

مرزا ناصر احمد

صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

۲۵ اکتوبر ۱۹۶۰ء

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔